پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

دنیا آزمائش کی جگہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے چٹائی سے اٹھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر چٹائی کا نشان پڑ گیا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے لیے بستر بچھا دیں اور انتظام کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی سوار کسی پیڑ کے سائے کے نیچے کچھ دیر کے لیے ٹھہر جائے پھر وہ اس سایہ دار درخت سے ہٹ کر چلا جائے۔(مسند احمد، سنن ترمذی)

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی وقعتی اور دنیا کے عیش وآرام کے سب سے کم تر ہونے اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہ ہونے کی حقیقت کو بیان کیا ہے اور ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اس دنیا کی زندگی بہت معمولی ہے اور یہاں کا جو عیش وآرام ہے اس میں کوئی ٹھہراؤ نہیں ہے اور یہ دنیا محض کچھ دنوں کے لیے ہے اور انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا درحقیقت اس کی آزمائش کی جگہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال بھی پیش کی کہ دیکھیے دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ جیسے کوئی سوار کسی دشوار گزار راستے سے گزر رہا ہے دھوپ کی شدت سے پریشان ہو کر کسی سائے دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پھر تھوڑی سی راحت اور آرام ملنے کے بعد دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتا ہے اس لیے ہر انسان کو صرف اس دنیا ہی کے بارے میں ہی فکر نہیں ہونی چاہیے اسے اپنی آخرت کی بھی فکر ہونی چاہیے اور اللہ تعالی نے اس کو جو موقع دیا ہے اس کو اللہ کی عبادت میں گزارنا چاہیے۔ اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق ہیں اسلام نے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو بھی عبادت کا درجہ دیا ہے اس لیے بندے کو اس دنیا کو آزمائش کی جگہ سمجھتے ہوئے اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ وہ دنیا کے جھمیلے میں اس قدر منہمک نہ ہو جائے اتنا مصروف نہ ہو جائے کہ اللہ رب العزت نے اس کو جو ذمہ داریاں دی ہے اور اس دنیا میں امتحان کے جن مرحلوں سے گزرنا ہے ان کو بھول جائے بلکہ یاد رکھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر الگ الگ انداز سے سمجھایا ہے کہ اسے اس دنیا کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے ہی زندگی گزارنی ہے۔ ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم دنیا کی بہ نسبت آخرت کے دن کے مقابلے میں دنیا کی بس اتنی حیثیت ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈالے پھر اپنی انگلی کو دیکھے کہ انگلی کے ساتھ کتنا پانی نکلتا ہے(صحیح مسلم) ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے آپ نے فرمایا تم دنیا میں مسافر کی طرح زندگی گزارو جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو صحت وتندرستی کی حالت میں بیمار کا خیال کر کے عبادت جمع کر لیا کرو اور بیماری کی حالت میں موت کے لیے کچھ کر لیا کرو(صحیح بخاری) ایک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کہیں سے گزر رہے تھے آپ نے ایک مری ہوئی بکری کو دیکھا جس کو لوگوں نے پھینک دیا تھا آپ نے اس بکری کو دیکھ کر فرمایا اللہ تعالی کے نزدیک اس دنیا کی حیثیت اس مری ہوئی بکری سے بھی کمتر ہے۔(مسند احمد)

اوپر بیان کی گئی حدیثوں سے دنیا کی بے وقعتی کے ساتھ ساتھ انسان کو تعلیم بھی دی گئی ہے کہ جب تک وہ دنیا میں رہے ایک اچھا انسان بن کر رہے دوسرے کے نفع نقصان کا خیال رکھے کسی کو نقصان نہ پہنچائے سماجی برائیوں سے دور رہے۔ اس حدیث میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انسان کے پاس چاہے جتنی طاقت ہو جائے اور اس کے پاس عیش وآرام کے چاہے جتنے وسائل ہو جائیں دنیا کی بے وقعتی کو دیکھتے ہوئے اپنے وسائل کا صحیح استعمال کرے اور مال و دولت کو تکبر اور گھمنڈ کا ذریعہ نہ بنائے کیونکہ انسان کا رشتہ زندگی سے ٹوٹتے ہی اس کے سارے آسائش اور مال و دولت دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو اس دنیا کو آزمائش کی جگہ سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اعمال کرنے اور دنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی مولانا طہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
حدیث شریف ''من سن سنة حسنة...''	۹
کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز رسول اکرم کوعرش پر بٹھائیں گے؟	۱۱
قبولیتِ دعا کی شرائط وآداب	۱۵
اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۱۷
نماز میں صف بندی کا مسنون طریقہ	۲۰
عصر حاضر میں خارجیت کے چند مظاہر	۲۲
مولانا عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ	۲۶
جماعتی خبریں	۲۸
گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے	۳۰
اپیل	۳۱
اشتہار اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ________ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ________ ۷/روپے

پاکستان ________ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالریا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

اسلام کا امتیازی نشان۔پابندی عہد و پیمان

یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ جنگ وجدال اور جہاد بذاتِ خود مطلوب نہیں ہے اور نہ کوئی مذہب اور دھرم اس کی تعلیم دیتا ہے۔دفع شروفساد کے لیے اور جنگ میں جوخرابیاں اورنقصانات ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ بڑے فساد اور نقصان سے بچانے کے لیے جنگ کی اجازت ہوتی ہے۔نہایت مجبوری میں اور اضطراری اور ناگزیر حالات میں ہی جنگ کو گوارہ کیا جاتا ہے۔اسی کو کبھی کبھی کہتے ہیں ''تنگ آید بجنگ آید'' اور ایسے وقت میں ہی اس کی حاجات و ضرورات،شرائط وواجبات اور جواز کی شکلیں متعین کرنے کی نوبت آتی ہے۔ اس کے آداب،قواعد وضوابط،اصول اور ڈسپلین طے کیے جاتے ہیں اور قومیں اس کے لیے جتن کرتی ہیں۔جنگل راج میں ایسا نہیں ہوتا،جانور اسے نہیں جانتے۔سمندر کی مچھلیاں نہیں جانتیں ۔ اس لیے وہاں بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو جب چاہیں جیسے چاہیں لقمہ اجل بنادیں اورنگل جائیں۔جنگل کے درندے بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔''حیاۃ الحیوان للدمیری'' کے قارئین اور''علم الحیوانات'' کا علم رکھنے والے جانوروں کی نفسیات اوران کی بود و باش کا علم رکھتے تھے اور جانوروں کی سوجھ بوجھ اوران کی معاشرتی زندگی کواچھی طرح سمجھتے تھے۔موجودہ دور میں حیوانات اورعلم الحیوانات کے بارے میں دنیا بہت کچھ کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کررہی ہے۔مدھومکھی اور چیونٹی کے بارے میں قرآن کریم نے جس طرح کی باتیں بتائی ہیں انہیں کل کا ملحد انسان لائق طعن قرار دیتا تھا۔لیکن آج کاانسان اسے جان کرصاحب ایمان بننے پرمجبور ہے کہ قرآن نے چودہ سوسال پہلے یہ بات کیسے کہہ دی۔حقائق تواب سامنے آرہے ہیں اورعلوم نے ترقی اب کی ہے۔

اسی طرح اسلام نے جنگ کرنے سے پہلے ایمانیات،اسلامیات،روشن تعلیمات اوراعلیٰ اخلاقیات کے وہ اعلیٰ نمونے انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں کہ جنگ وجدال کی نوبت ہی نہ آئے۔ بلکہ مسلمان دوسروں کو مارنے اور دبانے کے بجائے اپنے آپ کوانسانیت کے لیے مرمٹنے پرتیار پائے۔گویا وہ

دوسرے انسانوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔اس کا اپنا کوئی ذاتی رجحان، خیال اور من، مزاج اور مفاد نہیں ہے۔وہ تو ''گردن نہادن بطاعت'' ہی جانتا ہے اور قول وعمل سے یہ باور کراتا ہے کہ

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اور یہ کہ وہ منمانے طور پر دوسروں کی خوشنودی اور ناراضگی کا خیال رکھنے کے لیے بھی نہیں آیا۔ بلکہ وہ سب کے خالق و مالک، معبود برحق اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی مرضی کا تابع ہے۔اللہ جل شانہ کی ذات وعبادات کے بارے میں بھی اور اس کی مخلوقات کے سلسلہ میں بھی اور بس۔

مسلمانوں کو خاص طور پر یہی بات توحید ورسالت کے حوالہ سے بتائی گئی اور مخلوقات کے بارے میں سمجھائی گئی ہے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن . الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن (الانبیاء:۱۰۷) میں پورا فلسفۂ حیات انسانی اور زمین تا آسمان سمجھا دیا گیا۔اور ''ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست'' اور کچھ لوگوں نے یہ جانتے اور یقین کرتے ہوئے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ، سبحانہ وتعالیٰ علوا کبیرا آل واولاد اور زوجہ وبنات سے پاک ومنزہ ہے اور ''لم یلد و لم یولد'' عین شرط ایمان ذات باری تعالیٰ ہے، کہا کہ ''الخلق عیال اللہ''۔ بندہ مومن اپنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو منزہ و پاک اور بے عیب جاننے ماننے کے باوجود اس سے اتنا قریب اور اس کی بندگی میں اتنا مسحور ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔اس کا نام صبغۃ اللہ پڑ جاتا ہے۔وہ اس کا ہاتھ، پاؤں اور کان بن جاتا ہے، اس کا دل اس کی مخلوقات کے لیے دھڑکتا ہے، اس کے جذبات اسی کے لیے ابھرتے ہیں اور اسی سے متعلق ہوجاتے ہیں اور اس کی خواہشات اسی کے تابع فرمان ہوجاتی ہیں۔حدیث قدسی میں ہے: ''عن ابی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله قال: من عادى لى وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب الى عبدى بشئ احب الى مما افترضت عليه، وما يزال عبدى يتقرب الى بالنوافل حتى احبه، فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به، وبصره الذى يبصر به، ويده التى يبطش بها، ورجله التى يمشى بها، وان سالنى لاعطينه، ولئن استعاذنى لاعيذنه، وما ترددت عن شئ انا فاعله ترددى عن نفس المؤمن يكره الموت، وانا اكره مساء ته'' (بخاری)

''جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔اور میرا بندہ جن جن عبادتوں کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔اور میرا بندہ نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔اور پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو نوازتا ہوں، اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کی حفاظت کرتا ہوں، اور میں جو کام کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔وہ تو موت کو جسمانی تکلیف کی وجہ سے پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا پسند نہیں۔''

اس کے ساتھ ہی چونکہ انسان اللہ تعالیٰ کے نظام کے پیش نظر قوت ملکیہ کے ساتھ قوت بہیمیہ سے بھی متصف ہے اور نفس امارہ اور نفس لوامہ اور مطمئنہ کا بھی مالک ہے، اس لیے اسے قانون وشریعت بھی دی گئی اور عدل وانصاف کے لیے میزان بھی قائم کی گئی۔اسے اختیارات بھی دیئے گئے، مگر ساتھ ہی ذمہ داریاں بھی دی گئیں اور اس کی جوابدہی بھی متعین کی گئی۔پھر ان سب کو بہتر بنانے، اس کے اندر کشش اور جاذبیت پیدا کرنے اور اسے دل ربا ودلکش بنانے کے لیے اخلاقیات وسلوکیات سے بھی مزین کیا گیا۔اسی کی ایک قسم مظلومیت، مقتولیت اور بربریت کے بعد غلبہ وقدرت حاصل ہونے کے بعد عفو ودرگذر سے کام لینا ہے جو اخلاق کریمانہ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اور بندہ مومن خواہ اپنوں میں ہو یا غیروں میں، دوستوں میں ہو یا دشمنوں میں، منشط میں ہو یا مکرہ میں، شادی میں ہو یا غمی میں، صلح وآشتی اور امن وسلامتی میں جی رہا ہو یا میدان کارزار میں، یا میدان جنگ وقتال میں، ہر جگہ اور ہر لمحہ وہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا بندہ، اس کے اخلاق کریمانہ اور افعال رحیمانہ کا پرتو و پرستار ہوتا ہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کاملہ اور بے نظیر و بے مثال کا آئینہ دار و پیروکار ہوتا ہے۔عفو و درگذر، صلح وصفائی کا خوگر اور اپنے جیسے انسان اور اپنے دادا آدم کی

اولاد کا ہمدرد وغمخوار ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اسے گلے سے لگاتا ہے، رشتہ انسانیت کی محبت اس پر غالب آجاتی ہے اور اس کے بیچ میں جو دوریاں، مجبوریاں، زیادتیاں اور بے شعوریاں سرزد ہوتی رہتی ہیں انہیں وہ شیطانوں کی کارستانیاں، دھوکہ بازیاں اور قلابازیاں سمجھ کر یکسر نظر انداز کردیتا ہے، بلکہ اسے وہ ''یاد ماضی عذاب ہے یارب'' کہہ کر اس کی یاد بھی آنے یا خیالات ووساوس کا حصہ بننے کو بھی گوارہ نہیں کرتا۔ یہی کام صاحب خلق عظیم، رؤف ورحیم، نبی کریم، عزیز رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انسانوں کے ظلم وعدوان کے بدلے میں کیا تھا جو ۲۱ سالوں تک پیہم، مسلسل اور منصوبہ بند طور پر آپ کے درپہ آزار اور جان ومال کے پیچھے پڑے رہے۔ جب آپ کو قدرت کاملہ حاصل ہوئی تو آپ کا کردار، قول وقرار اور اعلان بزبان صاحب سیرت رسول رحمت مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے مرتب ملاحظہ فرمائیے، پھر اسلام کے فلسفۂ جہاد اور جنگ وقتال پر لب کشائی یا خامہ فرسائی کیجئے، آپ کو اختیار ہے۔ ''فتح مبین فتح مکہ کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے مخاطب ہوئے۔ پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں آج تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ سب نے کہا: آپؐ کریم ہیں، کریم کی اولاد ہیں۔ آپؐ سے صرف خیر اور بھلائی کی امید ہے۔ فرمایا: میں آج وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا، **لا تثريب عليكم اليوم** (آج میری طرف سے تم پر کوئی سرزنش نہیں) **انتم الطلقاء** (جاؤ آج تم سب آزاد ہو)

تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالئے، آپ کو اس کمال حسن سلوک کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی۔ یہ عفو عام ان لوگوں کے لیے تھا، جو اکیس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیروؤں کے خلاف اذیتوں، دکھوں اور مصیبتوں کے وہ تمام طوفان برابر برپا کرتے رہے تھے، جو ان کے بس میں تھے۔ ان کی تلواریں، ان کی برچھیاں اور ان کے تیر مسلسل آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر برستے رہے تھے۔ کیا خوب فرمایا مولانا آزاد مرحوم ومغفور نے اسوہ حسنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہ:

''مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت واختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔ یہی اسوۂ حسنہ قیامت تک ہر انسان کے لئے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح کی ابدی دستاویز ہے۔

مکہ مکرمہ میں اسی موقع پر ایک واقعہ پیش آیا جو اس بنا پر بطور خاص قابل ذکر ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیمی اور کریمی کی شان بوجہ احسن آشکارا ہوتی ہے۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرنے کے لیے آیا۔ سامنے پہنچا تو ہیبت نبوت سے اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا:

هون عليك فاني لست بملك انما انا ابن امرأة قريش، تاكل القديد (بخاری) کچھ پروانہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں، قریش کی ایک غریب خاتون کا فرزند ہوں، جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔''

(رسول رحمت، مولانا آزادؒ ص ۴۳۹-۴۴۰)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ:۱۲۸) ''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں''۔

یہ تو ان دشمنان جانی وایمانی کے بارے میں آپ کے اخلاق عالیہ کے مشتے نمونہ ازخروارے ہیں۔ ورنہ عام انسانوں اور مسلمانوں کے ساتھ تو ان کا معاملہ حیطۂ تحریر میں لانے اور قوت بیان سے باہر اور تصور سے بالاتر ہے۔ اور یہی حال مومنین صادقین کا بھی مومنوں اور غیروں کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور ہر داعی ومبلغ، معلم اور وارث میراث نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا چاہئے۔ اور امت مسلمہ کے تمام بیٹوں اور اخلاف کو ایسے ہی فرزندان توحید بننا چاہئے جو دعویداران آباء واجداد اسلام ہیں۔

باپ کا علم گر بیٹے کو نہ ازبر ہو
پھر پسر قابل میراثِ پدر کیونکر ہو

ورنہ ''پدرم سلطان بود'' سے کچھ ہونے جانے کو نہیں۔ مصیبت کے وقت میں مسلمانوں کے بزرگ اور اسلاف صبر کا پہاڑ تھے، خوشی ومسرت کے موقع پر سراپا شکر وسپاس تھے اور فتح وکامرانی کے وقت گرتی مٹتی قوموں کو سنبھالنے، بچانے اور معاف کرنے والے تھے۔ وہ اپنے رب اور آقا ومولیٰ سے جو عہد

وپیمان کر چکے تھے اس میں انتہائی سچے، کھرے اور پورے اترتے تھے، بندوں سے کوئی عہد و پیمان کرتے تھے تو جان سے زیادہ اس کی حفاظت کرتے تھے اور جذبات وخواہشات، ضروریات اور خدشات اور اندیشہائے دراز کو خاطر میں ہرگز نہیں لاتے تھے۔ وہ قول وقرار میں اتنے پکے اور عزم وحزم کے اتنے پختہ ہوتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے وفائے عہد کی تعریف کی اور ان کے وفادار اور عہد وپیمان میں پختہ ہونے کی گواہی دی اور رہتی دنیا تک مومنین کی یہی شان اور نشان ہے۔ ''مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا'' (الاحزاب:۲۳) ''مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی''۔

اسی طرح مسلمانوں نے آپسی عہد وپیمان کرنے اور ان پر پورا اترنے کے ساتھ عام انسانوں اور دشمنوں کے ساتھ یہی نہیں کہ انسانیت کی بنیاد پر اور ان کے فوز وفلاح، قومی یکجہتی، بھائی چارہ اور امن وسکون کے سایہ میں رہنے کے لیے عہد و میثاق باندھا اور اسے بخوبی نبھایا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی معاہدے کیے، ان کی پاسداری کی اور انہیں بحسن وخوبی انجام واختتام تک پہنچانے میں اپنے حصے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ اور اس بات نے ان کو داخلی اور خارجی طور پر یہی نہیں کہ بے شمار خرخشوں، جھگڑوں، الجھنوں اور لڑائیوں سے بچایا اور نفاق وشقاق اور اختلاف کا قلع قمع کیا، بقائے باہم اور اصلاح وتفاہم کی زندگی گذارنے کا سنہرا موقع دیا بلکہ ایک دوسرے کو سمجھنے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آنے اور آپسی، انسانی، قومی اور سماجی زندگی میں رس گھولنے، خاطر و مدارات کرنے اور رواداری، غمخواری وغمگساری، اخوت ومحبت اور بھائی چارہ سے پیش آنے کا بھی سنہرا موقع میسر کرایا۔ یوں ان کو زندگی کی سب سے بڑی نعمت امن وسکون اور خوشگوار زندگی سے لطف اندوز ہونے، اپنے خالق و مالک اور دیگر تمام انسانوں کو خوش کرنے اور خود امن واطمینان کی زندگی جینے کا بہترین وقت میسر آیا۔

مسلمانوں نے قرن اول میں کسی جنگ وجدال کے موقع پر صلح کرتے وقت ہی نہیں دشمنوں سے یہ عہد وپیمان کیا بلکہ ابتداءً اور درمیان میں بھی بلا کسی لالچ اور ضرورت کے اسے انجام دیا۔ جب جب اقوام نے صلح کی بات کی مسلمانوں نے دشمنوں سے صلح اور عہد و پیمان کرنا اور اس کو نبھانا ضروری قرار دیا۔ اس لیے انسانی زندگی میں حقوق اللہ، حقوق العباد دونوں معاملے میں عہد و پیمان کو پورا کرنے کی جلد کوشش کرنی چاہئے۔ کیوں کہ اس کے ہر طرح سے اور ہر سطح پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے اللہ جل شانہ کا ارشاد مختلف پیرایہ میں ہے۔

ذرا آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمانوں نے مدینہ پہنچتے ہی یہود سے چند مشترکہ امور پر معاہدہ کیا، جس کو وہ بحسن وخوبی نبھاتے رہے اور یہود کی ریشہ دوانیوں اور غزل سرائیوں کو برداشت بھی کرتے، مگر جب غزوہ احد کے موقع سے ان کی بدعہدی کھل کر سامنے آگئی تو مسلمانوں نے بدعہدی نہ کرکے ان کی بدعہدی اور خیانت کو صاف صاف بتا کر علیحدگی اختیار کر لی۔ کیوں کہ ایفائے عہد کے سلسلہ میں کتاب وسنت میں بڑی تاکید آئی ہے اور یہ معلوم ہے کہ امن وصلح کی حالت میں امن عالم اور بین الاقوامی تعلقات کا سب سے بڑا مظہر معاہدات ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے تقریبا ۳۰ جگہوں پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایفائے عہد ضروری ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ'' (المائدۃ:۱) ''اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو''

حافظ ابن کثیرؒ کی تفسیر کے مطابق عبداللہ بن عباسؓ، مجاہدؒ اور کئی علماء کا کہنا ہے کہ یہاں عقود کا مطلب عہد ہے۔ امام ابن جریر طبریؒ مشہور مفسر ومورخ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ مطلب آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ بدعہدی اور بے وفائی نہ کرو۔ عہد شکنی نہ کرو۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے۔ ''وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا'' (الاسراء:۳۴) ''اور وعدے پورے کرو، کیوں کہ قول وقرار کی باز پرس ہونے والی ہے۔'' ایک اور جگہ مشرکین کے بارے میں ارشاد ہے، جن سے ہر لمحے نقض عہد اور عہد شکنی کا تجربہ اور بدعہدی کا مظاہرہ کا اندیشہ ہے، ان سے دھوکہ کھانے سے بچنے کے ساتھ ساتھ جن سے بھی عہد و پیمان ہو چکا ہے اس کو پورا کرنا مسلمان کا فرض ہے۔ ارشاد ہے: ''كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُواْ لَكُمْ فَاسْتَقِيمُواْ لَهُمْ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ" (التوبہ:۷) ''مشرکین کے لیے عہد اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے؟ سوائے ان کے جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا۔ جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں، تم بھی ان سے وفاداری کرو۔ اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت رکھتا ہے۔''

ایک اور آیت کریمہ میں عہد و پیمان کو پورا کرنے کی تاکید اور اس پر جمے رہنے کے حکم کے علاوہ قول وقرار کو برقرار رکھنے کا بھی حکم ہے۔ ارشاد گرامی ہے: ''الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّهِ وَلاَ يِنقُضُونَ الْمِيثَاقَ'' (الرعد:۲۰) ''جو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں اور قول وقرار کو توڑتے نہیں''۔

عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں اسلام نے سخت ترین وارننگ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الأَرْضِ أُوْلَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ'' (الرعد:۲۵) ''اور جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے''۔

رئیس شؤون الحرمین شیخ صالح الحصین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نے دشمن کی طرف سے عہد شکنی اور بے وفائی کے شواہد کے ظاہر ہونے تک اور اس کی وجہ سے طے شدہ معاہدے کو ختم کرنے پر مجبور ہونے کی صورت میں اپنے مفادات کے لیے اس عہد شکنی کے استعمال کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ طرفین کے درمیان متوازن تعلقات کی حالت میں معاہدہ ختم کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیں۔

''وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِين'' (الانفال:۵۸) ''اور اگر آپ کو کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں ایک واقعہ نقل کیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے راوی سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک معینہ مدت کے لیے معاہدہ تھا کہ وہ آپس میں لڑائی نہیں کریں گے۔ اس مدت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے شہروں میں جاتے تھے۔ تاکہ جب عہد کی مدت تمام ہو تو وہ ان پر حملہ کردیں، اچانک ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ وہ کہہ رہا تھا ''الله اكبر ، الله اكبر وفاء لا غدرا'' ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، وعدہ کا پاس ولحاظ ہو۔ ایفائے عہد ہو، بدعہدی اور غداری نہ ہو'' لوگوں نے جب غور سے دیکھا تو وہ شیخ صحابی رسول عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا، چنانچہ اس شخص نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ''من كان بينه وبين قوم عهد فلا يشد عقدة، ولا يحلها ، حتى ينقضى عهدها، او ينبذ اليهم على سواء ''۔ 'جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو جب تک اس کی مدت ختم نہ ہو جائے، یا اس عہد کو ان تک برابری کے ساتھ واپس نہ کردے، ہرگز عہد نہ توڑے اور نہ نیا عہد کرے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے لوگوں کو لے کر واپس آگئے۔ (ترمذی)'

رئیس شؤون الحرمین شیخ صالح الحصین مزید فرماتے ہیں کہ ''اسلام میں عموماً معاہدات کا احترام واجب ہے۔ ماحول چاہے جتنا بدل جائے، معاہدے کی شرائط کی پابندی کی نیت سے اس میں شریک ہونا واجب ہے۔ لیکن بین الاقوامی معاہدات میں اسلام کا ایک اور امتیاز ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لكل غادر لواء يوم القيامة يرفع له بقدر غدره ألا ! ولا غادر اعظم غدرا من امير عامة''. ''قیامت کے دن ہر عہد شکنی کرنے والے شخص کے لیے ایک جھنڈا ہوگا۔ جس کو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ سنو! عہد شکنی میں کوئی عوام کے (عہد شکن) حاکم سے بڑا نہیں ہوگا۔''

فقہاء اسلام جو نیک و بد حاکم کی قیادت میں جہاد کے قائل ہیں، ان کی اکثریت کا مذہب یہ ہے کہ جو حاکم معاہدوں کی پابندی نہ کرے، اس کے جھنڈے تلے جہاد نہیں کیا جائے گا۔

معاصر تہذیب اور بین الاقوامی قانون کے برخلاف اسلام میں حالات کی تبدیلی معاہدہ توڑنے کے لیے وجہ جواز نہیں ہے۔ حتی کہ خاص حالات میں اگر مسلمان معاہدوں کی شرائط کی پابندی کرنے سے عاجز ہوں، تب بھی ان پر واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کی شرطوں کی ایک حد تک پابندی کریں۔

مسلمانوں کی عہد و پیمان کی پاسداری اور سخت مجبوری کی حالت میں بھی ایفائے عہد کی پابندی کے حوالے سے یہ مشہور واقعہ موجودہ بین الاقوامی تعلقات اور شرائط کو ادنیٰ عذر کی بنیاد پر ختم کرنے والوں کو حیرت واستعجاب میں مبتلا کردینے کے لیے کافی ہے کہ مسلمانوں کے قائد فاتح شام ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جب حمص پر قبضہ ہوا اور پھر وہ وہاں سے ہٹنے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے وہاں کے غیر مسلم باشندوں سے وصول کیے ہوئے جزیہ کی رقم واپس کردی اور کہا کہ ہم نے تم سے جزیہ تمہیں تحفظ فراہم کرنے کے بدلے میں لیا تھا اور اب تک ہم نے تم کو تحفظ فراہم کیا، مگر اب ہم تمہیں تحفظ فراہم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، اس لیے جزیہ کی لی گئی رقم کا واپس کرنا ہم پر فرض ہے۔

جزیہ کا واپس کرنا تھا کہ حمص ہی نہیں شام کے بہت سے علاقے کے غیر مسلم بھی اسلام میں اس ایفائے عہد اور غیر مسلم رعایا کے ساتھ عدل وانصاف اور حسن سلوک سے متاثر ہوکر مسلمان ہوگئے۔ جنہوں نے مسلمانوں کی فتح مندیوں اور قوت وطاقت کے لالچ یا خوف سے مسلمان ہونے کا سوچا بھی نہ تھا۔ تاریخ اسلام میں اس طرح کے کتنے ہی واقعات اور مثالیں موجود و مذکور ہیں، جو اسلام کی عدل گستری، وفا شعاری، عہد و پیمان کی پابندی اور مسلمانوں کی بلند اخلاقی واعلی ظرفی پر شاہد عدل ہیں اور یہی ہے راز قلیل مدت کے اندر چہار دانگ عالم میں اسلام کے پھیلنے اور قبول کرنے کا۔ سچ ہے:

تقریر سے ممکن ہے نہ 'شمشیر' سے ممکن
وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

اور

دشمن سے لیا جان کا بدلہ نہ کبھی بھی
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

حدیث شریف "من سن سنة حسنة..."

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد، سنن دارمی، سنن کبری، بیہقی وغیرہ میں سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے قریب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، قبیلہ مضر کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، یہ سب اپنی گردنوں میں شمشیر آویزاں کئے ہوئے تھے، ان کے پیر میں نہ جوتا تھا، نہ بدن پر کوئی قاعدہ کا لباس، یہ لوگ بوسیدہ قسم کی چادریں جسم پر لپیٹے ہوئے تھے، یہی ان کا کرتا بھی تھا اور یہی ازار وتہبند بھی، ان لوگوں کی یہ خستہ حالت دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، چہرہ کا رنگ بدل گیا، آپ بیقرار ہوگئے، اٹھے، گھر میں گئے آئے، نماز ظہر کا وقت ہوگیا، تو آپ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے اذان دی، آپ نے نماز ظہر پڑھی پڑھائی، پھر آپ منبر پر چڑھے، لوگوں کو خطاب فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، اما بعد کے بعد قرآن کریم کی (مندرجہ ذیل) آیتیں تلاوت فرمائیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِیْ تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً (سورہ النساء:۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَئِکَ هُمُ الْفَاسِقُونَ لَا يَسْتَوِیْ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ (الحشر:۱۸-۲۰)

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلائے، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے (اپنے حق کا) سوال کرتے ہو، اور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو، بیشک اللہ تم پر نگرانی کررہا ہے۔"

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل آئندہ کے لئے (یعنی یوم آخرت کے لئے) کیا سامان تیار کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں خود ان کا اپنا نفس بھلادیا، یہی لوگ فاسق ہیں، آتش جہنم میں جانے والے اور جنت میں جانے والے یکساں نہیں ہوسکتے، جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب دی، فرمایا صدقہ کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور صدقہ کرنے کے درمیان کوئی مانع حائل ہوجائے، صدقہ کرو، دینار، درہم، کپڑا، غلہ جو گیہوں، کھجور جو بھی میسر ہو، تم میں سے کوئی معمولی صدقہ کو بھی حقیر نہ جانے، ایک کھجور کا کوئی حصہ ہی سہی۔

آپ کی اس ترغیب صدقہ کے بعد، صحابہ کے اس کی تعمیل میں کچھ دیر ہوئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر غصہ وناراضگی کے آثار نظر آئے، اتنے میں ایک انصاری صحابی نے (پہل کی) وہ گئے اور درہم ودینار کی ایک بڑی تھیلی لئے ہوئے آئے جسے وہ بہ مشکل اٹھائے ہوئے تھے، اسے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھمایا اس حال میں کہ آپ منبر پر تھے، اور کہا: یا رسول اللہ یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم گئے اور جس سے جو ہوسکا درہم، دینار، غلہ، کپڑا لے آئے، حتی کہ مسجد میں ان سامانوں کے دو ڈھیر لگ گئے، یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اسی موقع پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها، ومثل أجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شئی، ومن سن سنة فی الاسلام سيئة، كان عليه وزرها، ومثل وزر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اوزارهم شئی. ثم تلا هذه الآية (ونكتب ما قدموا و آثارهم) فقسمه بينهم.

یعنی جس کسی نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ جاری کیا، اس کی شروعات کی تو اس کے لئے اس کا بھی اجر ہے اور ان سب لوگوں کے مثل بھی اجر ہے جو اس کے بعد اس کی پیروی میں اس نیک طریقہ پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے اجر وثواب میں کوئی کمی ہو، اور جس کسی نے کوئی برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کے اپنے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا، اور ان سب لوگوں کے گناہ کے مثل بھی بوجھ ہوگا جو اس کے بعد اس کی پیروی میں اس برے طریقہ پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے بوجھ میں کوئی کمی ہو۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یسین کی یہ آیت (۱۲) تلاوت فرمائی: (**ونكتب ما قدموا و آثارهم**) یعنی انسان نے جو کچھ اعمال خیر وشر کئے ہیں وہ سب ہم (اللہ تعالی) لکھتے جارہے ہیں، اور جو کچھ آثار انھوں نے

پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب بھی ہم ثبت کر رہے ہیں (وکل شئی احصیناہ فی امام مبین) ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں ضبط کر لیا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ صدقات کو قبیلہ مضر کے ان آئے ہوئے خستہ حالوں میں تقسیم فرمایا۔

پہلی حدیث کا شان ورود اور پس منظر خود اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں ''سنت حسنہ'' سے مراد ہر وہ اچھا طریقہ اور نیک عمل ہے جس کے اچھے اور نیک ہونے کا شریعت سے ثبوت ہو، خواہ وہ فرض و واجب ہو یا سنت مندوب و مستحب ہو، یہاں سنت سے مراد فقہی ترتیب واصطلاح والی سنت مراد نہیں ہے، بلکہ عام معنی مراد ہے، ہر اچھا طریقہ اور نیک عمل مراد ہے۔

اور کسی طریقہ وعمل کا اچھا اور نیک اور موجب اجر وثواب ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس کا امور دین سے ہونا شریعت سے ثابت ہو، کتاب وسنت، قرآن وحدیث سے اس کا کسی درجہ میں ثبوت ہو، یا قرآن وحدیث کے نصوص سے ہو یا عموم سے ہو یا دلالات واشارات سے ہو، لیکن جس طریقہ وعمل کا امور دین سے ہونا کسی طرح سے ثابت نہ ہو، اس کو مشروع اور دینی امر قرار دینا اور اسے موجب اجر وثواب قرار دینا بدعت ہے، وہ سنت حسنہ نہیں، بدعت ضلالت ہے، مردود ہے، ارشاد نبوی ہے: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے اس امر میں یعنی دین میں، کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو دین سے نہیں ہے، جس کا دین سے ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہے، تو وہ کام مردود ہے۔

یہ معاملہ یہ پابندی امور دین سے متعلق ہے، باقی رہا امور دنیا کا معاملہ تو وہ امور دین سے مختلف ہے، امور دنیا سے متعلق لوگوں کو اختیار ہے کہ آئے دن نئے نئے انکشافات، انسانی دنیا کے لئے مفید نت نئی ایجادات کرتے رہیں، جیسا کہ تابیر نخل (کھجوروں اور درختوں کی شگوفہ کاری وریزہ کاری) والے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تھا: انتم اعلم بأمر دنیاکم ان کان ینفعکم ذلک فلتصنعوہ تم دنیاوی امور کا مجھ سے زیادہ علم وتجربہ رکھتے ہو، سو جو بھی مفید ہو وہ کرو۔ البتہ اذا أمرتکم بشئی من أمر دینکم فخذوا بہ جب میں تمہیں امور دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اسی کی پابندی کرو۔ (صحیح مسلم وغیرہ)

اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض ''مفکرین'' اور ان کی تقلید میں بعض ''متفکرین'' جو اکثر یہ کہتے اور لکھتے رہتے ہیں کہ ''ہم علم کی، دینی علم اور دنیاوی علم میں تقسیم کے قائل نہیں ہیں۔'' تو ان کی یہ بات قطعی نادرست ہے، علم کی یہ تقسیم نہ صرف بدیہی ہے بلکہ شرعی بھی ہے، جیسا کہ مذکورہ ارشاد نبوی سے بالکل ظاہر اور ثابت ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسانی معاشرے کو دونوں قسم کے علم کی ضرورت واہمیت ہے، دونوں کا انتظام اور اہتمام ضروری ہے۔

مذکورۃ الصدر حدیث میں جو سورہ یس کی آیت ونکتب ما قدموا وآثارھم کا ذکر آیا ہے کہ ہم لکھتے جا رہے وہ سب اعمال بھی جن کو لوگوں نے آگے بھیجے ہیں، اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں، تو اس کا معنی ومطلب یہ ہے کہ انسانوں کے وہ تمام ذاتی اعمال بھی جن کو وہ بطور خود اس دنیا میں کرتا اور آثار سے اس کے متعدی اعمال مراد ہیں، یعنی وہ عملی نمونے اچھے یا برے جو وہ دنیا میں چھوڑتا ہے اور لوگ اس کی اقتداء وپیروی میں اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد بھی وہ اعمال انجام دیتے ہیں، الغرض انسان اپنی آئندہ نسل پر، اپنے معاشرہ پر، اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے یا برے اعمال کے جو اثرات چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے، وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے، ان سب کا پورا ریکارڈ اس وقت تک تیار کیا جاتا رہے گا جب تک اس کے اعمال خیر وشر کی یہ فصل دنیا میں اچھے یا برے برگ وبار لاتی رہے گی، اور آخرش روز قیامت ان سب اعمال خیر وشر کے حساب سے اس کو جزاء وسزا ملے گی۔

فائدہ: قبیلہ مضر کے ان خستہ حالوں اور ضرورت مندوں کے اس واقعہ سے یہ مسئلہ بھی معلوم اور ثابت ہوتا ہے کہ ایسی کسی شخصی یا اجتماعی ضرورت وحاجت کے لئے مسجد میں، مسجد کے منبر سے تعاون کی اپیل اور اس کا اعلان کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ تعاون علی البر ہے، اور فرمان الٰہی ہے، تعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

اسی طرح پہلی دونوں حدیثوں سے ''الفضل للمتقدم'' کا اصول یعنی کسی کار خیر میں سبقت وتقدم اور پہل کرنے والے کی اس ناحیہ سے فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.300/-Net

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی

کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائیں گے؟

اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے :

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اِس حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ سورہ طٰہٰ/5 میں ارشاد فرماتا ہے: ''الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ''یعنی وہ نہایت مہربان عرش پر مستوی ہے۔

سورہ اعراف/54 میں ارشاد فرمایا: ''ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ''یعنی پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔

اسی طرح سورہ یونس/3، سورہ رعد/2، سورہ فرقان/59، سورہ سجدہ/4 اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ نے خود کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔

اس تعلق سے اہل سنت والجماعت کے موقف کو بیان کرتے ہوئے امام ابن بطہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''وأجمع المسلمون من الصحابة والتابعين وجميع أهل العلم من المؤمنين أن الله تبارک وتعالى على عرشه، فوق سماواته، بائنٌ من خلقه، وعلمُه محيط بجميع خلقه، لا يأبى ذلک ولا ينكره إلا من انتحل مذاهب الحلوليَّة، وهم قومٌ زاغت قلوبهم، واستهوتهم الشياطين فمرقوا من الدين ''یعنی تمام مسلمانوں بشمول صحابہ کرام، تابعین عظام اور مومن اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوقات سے جدا ہے اور اس کا علم تمام مخلوقات کو محیط ہے اور مذہب حلولیہ کے پیروکار ہی اس کا انکار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل کجی کے شکار ہوگئے ہیں اور ان پر شیطان غلبہ پا چکا ہے، چنانچہ وہ دین سے نکل چکے ہیں۔ (الابانہ الکبری 7/136)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''أصل الاستواء على العرش: ثابت بالكتاب والسنة واتفاق سلف الأمة وأئمة السنة، بل هو ثابت فی کل کتاب أنزل، على كل نبی أرسل ''یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی بات کتاب وسنت، سلف امت اور ائمہ سنت سے ثابت ہے بلکہ یہ تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور تمام مبعوث کردہ نبیوں کو بتائی گئی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 2/188)

ہم استواء پر من و عن ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تاویل نہیں کرتے :

اہل سنت والجماعت کا منہج ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے لیکن استواء کی حقیقت و کیفیت کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کس طرح عرش پر مستوی ہے، اس تعلق سے وہ بے جا تاویلات سے احتراز کرتے ہیں۔ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''فنحن نؤمن بخبر الله جل وعلا: أن خالقنا مستو على عرشه؛ لا نبدل كلام الله، ولا نقول قولا غير الذی قيل لنا؛ كما قالت المعطلة الجهمية: إنه استولى على عرشه، لا استوى؛ فبدلوا قولا غير الذی قيل لهم، كفِعْل اليهود: لما أمروا أن يقولوا: حِطَّة، فقالوا: حنطة؛ مخالفين لأمر الله جل وعلا، كذلک الجهمية'' یعنی ہم اللہ جل شانہ کے اس خبر پر ایمان وایقان رکھتے ہیں کہ ہمارا خالق عرش پر مستوی ہے۔ ہم اللہ کے کلام کو تبدیل نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ہم سے جو بات کہی گئی ہے اسے بدل کر دوسری کوئی بات کہتے ہیں جیسا کہ معطلہ جہمیہ نے استواء کی تفسیر استویٰ کو چھوڑ کر استولیٰ (غلبہ) سے کی ہے، گویا کہ ان سے جو بات کہی گئی ہے اسے چھوڑ کر انہوں نے یہودیوں کی طرح ایک دوسری بات کہہ دی ہے۔ یہودیوں سے حطہ بولنے کو کہا گیا تھا تو اسے انہوں نے حنطہ سے تبدیل کردیا اور اللہ جل شانہ کے حکم کی مخالفت کر بیٹھے۔ ایسا ہی کچھ جہمیہ نے بھی کیا ہے۔ (کتاب التوحید لابن خزیمہ 1/233)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''فنؤمن بأن الله تعالى قد استوى على العرش، استواء حقيقيا يليق بجلاله سبحانه، ليس كاستواء البشر، ولكن كيفية الاستواء مجهولة بالنسبة لنا؛ ولذا، فإننا نفوض كيفيته إلى الله، كما قال الإمام مالک وغيره لما سئل عن الاستواء: "الاستواء معلوم، والكيف مجهول'' یعنی ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ جل شانہ عرش پر مستوی ہے۔ اللہ جل شانہ اس طرح سے مستویٰ ہے جو اس کے شایان شان ہے، انسانوں کی طرح مستوی نہیں ہے بلکہ ہمارے لئے استویٰ کی کیفیت مجہول ہے، ہم اس کی کیفیت اللہ جل شانہ کے سپرد کرتے ہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے استواء کے سلسلے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا تھا

کہ استواء معلوم ہے، البتہ اس کی کیفیت مجہول ہے۔(مجموع الفتاویٰ 3/25)

امام مالک رحمہ اللہ کے سابقہ قول پر تعلیق لگاتے ہوئے امام طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:''وصدق مالک؛ لا یُعقَل منه کیف، ولا یُجهل منه الاستواء، والقرآن ینطق ببعض ذلک في غیر آیة ''یعنی امام مالکؒ نے بہت ہی موزوں بات کہی ہے، اس کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور استواء مجہول نہیں ہے اور ان میں سے کچھ چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیتوں میں بیان فرمایا ہے۔(الرد علی الجهمیه، ص/105)

عرش پر اللہ جل شانہ کے تعلق سے استواء کے بارے میں تمام مسلمانوں کا یہی ایمان وعقیدہ ہونا چاہئے کیونکہ کتاب وسنت میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد ہم زیر نظر مضمون میں اس بات کی تحقیق وتنقیح کرنے کی کوشش کریں گے کہ کیا قیامت کے روز اللہ جل شانہ اپنے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائیں گے۔بعض آثار میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیماً عرش پر بٹھائیں گے۔ان آثار کی وجہ سے کچھ علمائے کرام نے بڑے شدومد کے ساتھ یہ بات کہی ہے۔اس موقف کے حاملین نے بڑے تلخ لفظوں میں اپنے مخالفین علمائے کرام کی تبدیع وتفسیق کی ہے بلکہ انہیں جہمیہ، فاسق اور نہ جانے کیا کیا کہہ دیا ہے۔

مجاہد بن جبر مکی نے آیت کریمہ''عَسَی اَنْ یَبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَحْمُودًا''(سورہ اسراء/79) کی تفسیر میں کہا ہے:''یُجلِسُهُ عَلَی الْعَرْشِ''یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔(کتاب السنة لابی بکر الخلال 1/213)

اس مسئلے میں اسی اثر کو بنیاد بنا کر کچھ علمائے کرام نے کہا ہے کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہ اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا اور آپ کی تعظیم وتکریم فرمائے گا۔چنانچہ احمد بن اصرم مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں:''من رد هذا فهو متهم علی الله ورسوله وهو عندنا کافر وزعم أن من قال بهذا فهو ثنوی فقد زعم أن العلماء والتابعین ثنویه ومن قال بهذا فهو زندیق یقتل ''یعنی اگر کوئی اس کی تردید کرتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول پر اتہام پردازی کرتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ ایسا کہنے والا شخص دوالہٰ کا قائل ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ علمائے کرام اور تابعین عظام دوالہٰ کے قائل ہیں جبکہ ایسی بات کہنے والا انسان زندیق ہے اسے اسلامی حکومت میں قتل کر دیا جائے گا۔(کتاب السنة للخلال/247)

امام آجری رحمہ اللہ کتاب الشریعة 4/1613 میں کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور اس آیت کی تفسیر سے متعلق مجاہد کی حدیث کو کہ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا، اہل علم میں سے مشائخ ومحدثین نے عمدگی کے ساتھ قبول کیا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا بلکہ حدیثِ مجاہد کا جس کسی نے انکار کیا ہے، اس پر سخت نکیر کی اور کہا ہے کہ جو حدیث مجاہد کا انکار کرتا ہے وہ برا انسان ہے۔میں کہتا ہوں: ہمارا مذہب الحمدللہ وہی ہے کسی نے اس مسئلے کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ حدیث مجاہد کو قبول کیا جائے گا اور اس کی مخالفت ومناظرہ کے ذریعہ تردید نہیں کی جائے گی۔اللہ رب العزت ہی سیدھی راہ کی توفیق بخشنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ابوبکر بن حماد مقری کہتے ہیں:''من ذکرت عنده هذه الأحادیث فسکت فهو متهم علی الإسلام فکیف من طعن فیها .''یعنی جس کے پاس ان حدیثوں کا ذکر ہوا اور ان پر خاموش رہا تو وہ متہم ہوگا لیکن اگر کوئی شخص ان حدیثوں پر طعن کرے تو پھر اس کا حکم کیا ہی سنگین ہوگا۔(کتاب السنة للخلال/250)

ابوبکر احمد بن سلمان نجاد کہتے ہیں:''لزمنا الإنکار علی من رد هذه الفضیلة التی قالتها العلماء وتلقوها بالقبول، فمن ردها فهو من الفرق الهالکة ''یعنی علمائے کرام نے جس فضیلت کا اعتراف کیا ہے اور جسے قبولیت بخشی ہے اس کے رد کرنے والے پر انکار ضروری ہے بلکہ جو اس فضیلت کو رد کرتا ہے وہ ہلاک ہونے والے فرقوں میں سے ہوگا۔(ابطال التاویلات لاخبار الصفات لابی یعلیٰ الفراء 2/485)

یہ تمام اقوال مذکورہ بالا علمائے کرام سے ثابت ہے اور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کس سخت انداز میں انہوں نے اس موقف کو ثابت کیا ہے اور اپنے مخالفین پر کتنے سخت لب ولہجہ اپنایا ہے حالانکہ جب ہم اس تعلق سے وارد دلائل کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے یا اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آپ کو عرش پر بٹھانے کی بات ثابت نہیں ہے کیونکہ اس مسئلے میں وارد جملہ روایتیں اور آثار غیر صحیح اور ناقابل قبول ہیں۔

اس تعلق سے مجموعی طور پر تین روایتیں ذکر کی جاتی ہیں۔پہلی روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو آپ سے مرفوعا وموقوفا حدیث بیان کی جاتی ہے۔دوسری روایت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کی جاتی ہے اور تیسری روایت مجاہد بن جبر مکی رحمہ اللہ کی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں سلمہ احمر نامی ایک راوی متروک ہے اور اشعث بن طلیق نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ اشعث کا سماع عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کتاب العلو میں کہا ہے اور اسے منکر قرار دیا ہے۔

شیخ البانیؒ سلسلہ ضعیفہ (2/257) میں اس تعلق سے کہتے ہیں:''فاعلم أن إقعاده صلی الله علیه وآله وسلم علی العرش لیس فیه إلا هذا الحدیث الباطل، وأما قعوده تعالی علی العرش فلیس فیه حدیث

یصح ''یاد رکھو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھانے کے سلسلے میں اس حدیث کے علاوہ کوئی دوسری روایت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بیٹھائے گا۔اس سلسلے میں بھی کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے۔

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے کتاب العلو میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کو غیر صحیح قرار دیا ہے کیونکہ اس کی سند میں سیف سدوسی ہے جو ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر (5/233) میں کہا ہے۔

مجاہد بن جبر مکی کی روایت اور اس کے تعلق سے علمائے محققین کے اقوال:

رہی بات مجاہد رحمہ اللہ کے قول کا تو پہلی بات یہ معلوم ہونی چاہئے کہ مجاہد رحمہ اللہ سے یہ قول پانچ سندوں سے منقول ہے لیکن اس اثر کی جملہ سندیں انتہائی کمزور، نہایت بے کار اور حد درجہ واہیات ہیں۔اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اثر مختلف سندوں سے وارد ہونے کے بعد بھی ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام ذہبی اور شیخ البانی رحمہما اللہ نے واضح کیا ہے۔

دوسری بات: اگر ہم کثرت طرق سے وارد ہونے کی وجہ سے اسے ثابت بھی مان لیتے ہیں تو مجاہد رحمہ اللہ کی یہ روایت مقطوع ہوگی اور مقطوع قابل حجت نہیں ہے، خاص طور سے عقیدے کے مسائل تابعین کے اقوال سے ہم نہیں ثابت کر سکتے۔
اب اس تعلق سے کہنا کہ مجاہد رحمہ اللہ قرآن کریم کی تفسیر میں نمایاں شان رکھتے ہیں، انہوں نے ترجمان القرآن اور حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تین مرتبہ قرآن پاک کی تفسیر حاصل کی ہے اور ان کا مقام و مرتبہ دیگر تابعین کرام سے ممتاز ہے، یہ درست نہیں ہے کیونکہ کسی بھی تابعی کا علمی مقام و مرتبہ اور خیر القرون سے ہونا الگ بات ہے، یہ ایسے خصائص ہیں جن کی بنیاد پر تابعین قابل قدر اور لائق احترام ہیں لیکن اس بنیاد پر ان سے مروی اقوال وافعال جنہیں مقطوع کہتے ہیں، سے عقائد واحکام اخذ کرنا مختلف شے ہے اور اس تعلق سے علمائے کرام کا درست موقف یہی ہے کہ مقطوع روایتوں سے احکام وعقائد کا استنباط درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

نیز اگر ہم کہتے ہیں کہ مجاہد رحمہ اللہ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے یا اس طرح کی بات اپنی رائے اور عقل سے نہیں کہہ سکتے ہیں تو اس صورت میں اس روایت کو مرسل کا حکم حاصل ہوگا اور ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ مرسل روایتیں ضعیف ہوتی ہیں اور ان سے استدلال کرنا اور حجت پکڑنا بہر صورت درست نہیں ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ مختصر العلو (ص/20) کے مقدمہ میں کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ہم نے دیکھ لیا کہ مجاہد سے یہ قول ثابت نہیں ہے بلکہ ان سے اس کے برعکس ثابت ہے اور دارقطنی کی طرف جس بات کو منسوب کیا ہے اس کی سند درست نہیں ہے جیسا کہ میں نے الاحادیث الضعیفہ/870 میں بیان کیا ہے اور آنے والے دارقطنی کے ترجمہ کے ضمن میں اشارہ کیا ہے اور ابن جریر کا قول بتانا بھی محل نظر ہے۔

شیخ البانی اسی صفحہ کے اخیر میں کہتے ہیں: ''**وخلاصة القول: أن قول مجاهد هذا وإن صح عنه ، لا يجوز أن يتّخذ ديناً وعقيده، ما دام أنه ليس له شاهد من الكتاب والسنة، فياليت المصنّف إذ ذكره عنه جزم بردّه وعدم صلاحيته للاحتجاج به، ولم يتردد فيه** ''یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مجاہد کا قول ان سے ثابت بھی ہو جائے تو اسے دین اور عقیدہ نہیں بنایا جا سکتا ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اس کا شاہد موجود نہیں ہے۔کاش مصنف اسے ذکر کرتے ہوئے اس کے مردود ہونے کی بات جزاً ذکر کرتے اور بتاتے کہ وہ حجت کے قابل نہیں ہے اور اس سلسلے میں تردد نہیں کرتے۔

اس کے برعکس شیخ ربیع بن ہادی مدخلی رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہو نہ ہو مجاہد رحمہ اللہ نے یہ بات کسی اسرائیلی روایت سے اخذ کی ہو اور اسی اسرائیلی روایت کی بنیاد پر یہ بات کہہ دی ہو۔چنانچہ شیخ ربیع بن ہادی مدخلی رحمہ اللہ اس تعلق سے کہتے ہیں: مجاہد کا یہ قول درست اور ثابت نہیں ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے۔اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہوتا کہ وہ عرش تک جائیں گے اور عرش پر بیٹھیں گے تو شریعت وعقل اس کا انکار نہیں کرتے لیکن اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ہمارا اصول ہے کہ ہم کسی چیز کو اسی وقت دین تصور کرتے ہیں اور دین کا حصہ مانتے ہیں جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے۔رہی مجاہد کی بات تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اسے اسرائیلی روایتوں میں سے اخذ کیا ہو۔(شرح السنۃ للبر بہاری 1/453)

سابقہ تمام حقائق واقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسئلہ ہذا میں مجاہد رحمہ اللہ کا اثر ثابت نہیں ہے اور اسے بنیاد بنا کر کہنا کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہ عرش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ بٹھائیں گے۔صحیح نہیں ہے۔

مقام محمود کے تعلق سے مجاہد کا قول جمہور کے خلاف ہے

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ''**وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَكَ عَسَى انْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا**'' (سورہ اسراء/ 79) یعنی رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں یہ زیادتی آپ کے لئے ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

جمہور مفسرین کے بقول: اس آیت کریمہ میں موجود مقام محمود سے مراد شفاعت عظمیٰ ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ**

نَبِیَّهَا، یَقُولُونَ یَا فُلَانُ اشْفَعْ، حَتَّی تَنْتَهِیَ الشَّفَاعَةُ إِلَی النَّبِیِّ – صلی الله علیه وسلم – فَذَلِکَ یَوْمَ یَبْعَثُهُ اللَّهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ‘‘ یعنی قیامت کے دن امتیں گروہ در گروہ چلیں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی اور (انبیاء سے) کہے گی کہ اے فلاں! ہماری شفاعت کرو (مگر وہ سب ہی انکار کر دیں گے) آخر شفاعت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔(کتاب التوحید لابن خزیمہ 1 9 9 ؟، اس حدیث کو امام البانی رحمہ اللہ نے صحیحہ 5/590 میں صحیح قرار دیا ہے۔نیز یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً صحیح بخاری/4718 میں بھی موجود ہے۔)

اس کے علاوہ متعدد روایتیں ہیں جو کہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جنہیں مختلف ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت عظمیٰ ہی ہے۔

ابن جریر طبری رحمہ اللہ آیت کریمہ ’’عَسَی انْ یَبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَحْمُودًا‘‘(سورہ اسراء/ 79) کی تفسیر میں کہتے ہیں:’’ثم اختلف أهل التأویل فی معنی ذلک المقام المحمود .فقال أكثر أهل العلم: ذلك هو المقام الذی هو یقومه صلی الله علیه وسلم یوم القیامة للشفاعة للناس لیریحهم ربهم من عظیم ما هم فیه من شدّة ذلک الیوم.‘‘یعنی مفسرین کا مقام محمود کے معنیٰ کے سلسلے میں اختلاف ہے۔اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ وہ مقام ہے جس سے قیامت کے روز لوگوں کی شفاعت کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز کیا جائے گا تاکہ لوگوں کو اس دن کی سخت پریشانیوں سے نجات دلاسکیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:’’والمقام المحمود هو: مقام الشفاعة لأمته لأنه یحمده فیه الأولون والآخرون، والأخبار فی الشفاعة كثیرة، وأول من أنكرها عمرو بن عبید وهو مبتدع باتفاق أهل السنة.‘‘یعنی مقام محمود امت محمدیہ کی شفاعت کے لئے حاصل ہونے والا مقام و مرتبہ ہے۔ وہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعریفات کریں گے۔شفاعت کا سب سے پہلے انکار عمرو بن عبید نے کیا جس کے بدعتی ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:’’لكن هذه الخصوصیة فی التفسیر لم تُرْوَ إلا عن مجاهد، وإن كان هو الإمام مجاهد بن جبر رحمه الله لكن لم یدل دلیل علی هذا الاستنباط؛ بل دل الدلیل علی خلاف قوله من أن المقام المحمود هو الشفاعة العظمی فی یوم القیامة.‘‘یعنی تفسیر میں یہ خصوصیت صرف مجاہد کے ذریعہ ہی منقول ہے۔مجاہد بن حبر رحمہ اللہ امام ہیں لیکن اس استنباط پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف دلیل موجود ہے کہ مقام محمود سے مقصود قیامت کے روز شفاعت عظمیٰ ہے۔(شرح مقدمۃ اصول التفسیر)

گویا کہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول اس لئے بھی ناقابل قبول ہے کہ یہ احادیث مبارکہ میں موجود مقام محمود کی تفسیر کے خلاف ہے اور جمہور علمائے کرام نے مقام محمود سے شفاعت عظمیٰ ہی مراد لیا ہے۔اس بات کی طرف شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے ضعیفہ اور مختصر العلو میں اشارہ کیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

کیا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رسول اکرم ﷺ کے عرش پر بیٹھنے کے قائل ہیں؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے بہت سارے حاسدین کہتے ہیں کہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ قیامت کے روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔دراصل یہ اشتباہ کچھ لوگوں کو اس وجہ سے ہوا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجاہد رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول کو نقل کیا ہے اور کہا ہے:’’حدث العلماء المرضیون وأولیاؤه المقبولون: أن محمدا رسول الله صلی الله علیه وسلم یجلسه ربه علی العرش معه‘‘یعنی بہت سے پسندیدہ علمائے کرام اور مقبول اولیائے عظام نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے ہمراہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔(مجموع الفتاویٰ 4/ 374)

اس بنیاد پر بہت سارے لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ بھی اسی کے قائل ہیں کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا جبکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف اس بات کا انتساب درست نہیں ہے کیونکہ ان کے قول میں ایسی کوئی صراحت موجود نہیں ہے۔کیونکہ آپ نے مجاہد بن جبر مکی کے قول کو ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ امت کے بہت سارے علمائے کرام نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہ ان کا موقف ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ درء تعارض العقل والنقل (3/19) میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:’’حدیث قعود الرسول صلی الله علیه وسلم علی العرش، رواه بعض الناس من طرق كثیرة مرفوعة، وهی كلها موضوعة‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے والی حدیث کو بہت سارے لوگوں نے بہت ساری مرفوع سندوں سے نقل کیا ہے جبکہ وہ تمام سندیں ضعیف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عرش پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے یا اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آپ کو بٹھانے کے تعلق سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور کسی مقطوع روایت کو بنیاد بنا کر عقیدے سے متعلق اتنی بڑی بات ثابت نہیں کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

قبولیتِ دعا کی شرائط وآداب

دعا اطاعت وفرماں برداری کے بزرگ ترین اعمال، عظیم ترین عبادات اور تقرب الٰہی کے اہم ترین کاموں میں سے ہے۔ کیونکہ دعا کے اندر باری تعالیٰ کی عظمت وقوت، اس کی بے نیازی وخودمختاری اور طاقت وقدرت کا اعتراف ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دعا کے اندر ایک بندے کا خالق کائنات کے در پر عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب کے حضور اپنی بے کسی، بے بسی اور لاچاری کی تصویر بن کر اس کی عظمت وکبریائی کا اقرار کرتا ہے، اس کی شان رحیمی وکریمی سے اپنی حاجات وضروریات کے لیے لولگاتا ہے اور مسائل ومشکلات کے حل کا امیدوار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اور اس کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس سے جتنا زیادہ سوال کیا جائے اتنا ہی خوش ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (البقرة:۱۸۶) ترجمہ: ”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔“

دعا کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ دعا کرنے والوں میں پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں جو کہ مشرک ہیں۔ وہ گرچہ پریشانی کے عالم میں کتنے ہی خلوص ونیک نیتی سے دعا کریں، ان کی دعا نفع بخش نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (العنکبوت:۶۵) ترجمہ: ”پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لیے عبادت کو خالص کرکے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔“

بعض حالات میں وہ مسلمان بھی انہیں کے مشابہ ہیں جو مشکل میں تو اللہ کو پکارتے ہیں لیکن جب پریشانی دور ہوجاتی ہے اور آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں تو وہ اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات اچھی لگے کہ مصیبت اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو وہ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کرے۔ (ترمذی)

(۲) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم خوب کیا ہے لیکن وہ شکرگزاری نہیں کرتے بلکہ سرکشی اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (غافر:۶۰) ترجمہ: ”اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہوچکا) ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم پہنچ جائیں گے۔“

(۳) تیسرے وہ ایمان والے لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار کا مقام ومرتبہ پہچانا اور اس بات کا یقین کیا کہ سعادت ونیک بختی اور دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی، خیر وبھلائی اسی کی جانب سے ہے۔ ان لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (الانبیاء:۹۰) ترجمہ: یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ، طمع اور ڈر وخوف سے پکارتے تھے، ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دعا کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر مکرم ومعزز کوئی اور چیز (عبادت) نہیں ہے۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاذوالجلال والاکرام کو لازم پکڑو یعنی اپنی دعاؤں میں برابر پڑھتے رہا کرو۔ (ترمذی) اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس کے بندے اس سے خوب دعا کریں۔

دعا میں درج ذیل امور کی رعایت ضروری:

(۱) دعا خالص اللہ تعالیٰ سے کی جائے۔ جیسا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے عبادت میں اخلاص کے ضروری ہونے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (البینۃ: ۵) ترجمہ: ”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں۔“

نیز فرمایا: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الجن: ۱۸) ترجمہ: ”اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

(۲) بندہ دعا کی مقبولیت کے لیے جلد بازی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو زیادہ جانتا ہے۔ ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے اس طرح کہ یا تو اسے مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے یا اس سے کوئی برائی دفع کر دی جاتی ہے یا وہ دعا اس کے لیے ذخیرۂ آخرت بن جاتی ہے۔ یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے سلسلے میں جلد بازی سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی بھی شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے اور یہ (نہ) کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے مجھے میری دعا کا جواب نہیں دیا (میری دعا قبول نہیں کی۔) (بخاری)

(۳) گناہ یا رشتہ ناطہ توڑنے کی دعا نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی بندہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور قبولیت کے معاملے میں جلد بازی نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔ (مسلم)

(۴) دعا کرتے وقت دل و دماغ حاضر رہے اور اپنے رب سے سرگوشی کرتے وقت خشوع وخضوع وسکینت کے ساتھ اس کی جانب متوجہ ہو اور دعا کے قبول ہونے کا مکمل یقین رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے دعا مانگو اور اس یقین کے ساتھ مانگو کہ تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی، اور (اچھی طرح) جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہی اور بے توجہی سے مانگی ہوئی دعا اور غفلت نیز لہو ولعب میں مصروف دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔

(۵) اطاعت وفرماں برداری بجالا کر اور گناہوں سے پرہیز کر کے اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ (الرعد: ۱۱) ترجمہ: ”کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔“

بعض سلف کا کہنا ہے کہ اگر گناہوں کا راستہ روک لیا جائے تو دعا قبول ہونے میں دیری نہیں ہوتی۔

(۶) دعا کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ حرام غذا ہے۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ اس جانب دھیان نہیں دیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جب آدمی اس بات کی پرواہ قطعاً نہیں کرے گا کہ مال حلال طریقہ سے کمایا یا حرام طریقے سے۔ (بخاری)

مثال کے طور پر ہم بعض لوگوں کو دیکھتے کہ وہ لوگوں کا مال ظلم کر کے اور طاقت کے بل بوتے لے لیتے ہیں اور بعض مکر و دھوکہ دہی سے اور بعض محنت مزدوری کرنے والوں کا حق مار کر کے اور بعض سودی بنکوں میں مال لگا کر یا ان کے علاوہ کچھ اور حرام یا مشکوک معاملات اور کاروبار کر کے کمائی کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے چنانچہ فرمایا: یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بماتعملون علیم. اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، جو عمل تم کرتے ہو، میں اسے اچھی طرح جاننے والا ہوں۔“ نیز فرمایا: یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم . اے مؤمنو! جو پاک رزق ہم نے تمہیں عنایت فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ۔ پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو دور دراز سفر کرتا ہے، بال پراگندہ اور جسم غبار آلود ہے، (دعا کے لیے) آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا لباس حرام کا ہے اور اس کو غذا حرام کی ملی ہے، تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی۔

دعا کے آداب: علماء نے قرآن وحدیث کی روشنی میں دعا کے آداب ذکر کیے ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کی مکمل صراحت موجود ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ ان کا خیال رکھے اور ان کی رعایت کرتے ہوئے دعا کرے۔ انہی آداب میں سے ہے کہ دعا کرنے والا اللہ کے شایان شان تعریف پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام سے دعا کی شروعات کرے اور جم کر دعا کرے۔ اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو معاف کر دے۔ اور دعا کی حالت میں قبلہ رو ہو کر اپنے دونوں

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار
جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

فارم درخواست

اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۷ھ-۲۰۲۵ء

۱- پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد، ایک چپکائیں اور ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲- چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:................ولدیت:..................لقب:..................پیشہ:..................

مقام عمل:............تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:..................لفظوں میں:..................

مسلکہ تعلیمی اسناد:..................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):..................

فون:..................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):..................فون:..................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام وپتہ:..................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)..................

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:..................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:..................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:..................

۱:- مکمل حفظ قرآن ۲:- بیس پارے ۳:- دس پارے
۴:- پانچ پارے ۵:- ناظرہ قرآن کامل ۶:- ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:..................

آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)..................

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازماً منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:..................

——— : اقرار نامہ: ———

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام:..................دستخط:..................تاریخ:..................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:..................منصب:..................تصدیق کنندہ کے دستخط:..................تاریخ:..................

ادارہ/تنظیم:..................مہر:..................

برائے دفتری امور

۱- یہ درخواست مؤرخہ..................کو موصول ہوئی۔ وصول کنندہ کا دستخط..................

۲- برائے زمرہ:.................. ۳- درخواست منظور/نامنظور..................

۴- نامنظوری کی وجہ:.................. دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی..................

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان

اکیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ 4-5/اکتوبر 2025 بمطابق 11-12/ربیع الآخر 1447ھ بروز ہفتہ، اتوار

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، D-254، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 28/ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ قرآن کریم کے پیغام امن وشانتی کو عام کرنا ☆ مسلمانوں کوزندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیاوآخرت میں فوزوفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔

اہم وضاحت: ☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

نصاب تجوید: ☆ زمرہ اول (مخارج حروف، قوانین نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق، قواعد مد اور صفاتِ لازمہ) ☆ زمرہ دوم (مخارج حروف، قواعد نون تنوین ومیم ساکن، قواعد تفخیم وترقیق اور قواعد مد) ☆ زمرہ سوم (مخارج حروف، قوانین نون تنوین ومیم ساکن) ☆ زمرہ چہارم (مخارج حروف) ☆ زمرہ پنجم مکمل ناظرہ قرآن کریم (مخارج حروف، حدر کے انداز میں تلاوت (مخارج کے سوال نہ ہوں)

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ **امیدوار کی عمر زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم میں شرکت کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم میں شرکت کے لیے ۲۵ سال سے زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال مقرر ہے۔** ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ گراں قدر نقدانعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے
نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر اور پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے حالیہ شماروں (۱-۱۵/اگست ۲۰۲۵ء تا ۱۶-۳۰/ستمبر ۲۰۲۵ء) سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org اور مرکزی جمعیت کے آفیشل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع پانچ روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۹۰/روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کرکے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہرروز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

Mob. 9213172981, 8744033926

قسیم الدین بن انیس الرحمٰن سلفی

نماز میں صف بندی کا مسنون طریقہ

نماز اسلام کے پانچ ارکان میں سے دوسرا اہم رکن ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ متعین اوقات میں فرض کیا ہے۔ جو دلائل کی روشنی میں راجح قول کے مطابق عذرِ شرعی کے بغیر باجماعت فرض ہے۔ اس لئے جس طرح نماز کا طریقہ، نبوی ضابطہ ”صلوا کما رأیتمونی أصلی“ کے مطابق ضروری ہے، اسی طرح صف بندی کے اصول بھی دربارِ رسالت مآب سے دی گئی ہدایات کے مطابق لازم ہیں۔ مگر لوگ اس بارے میں افراط وتفریط کے شکار نظر آتے ہیں، کوئی صف میں اتنی دوری پر کھڑا ہوتا ہے جیسے وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور بلا مبالغہ دو مصلی کے درمیان کوئی تیسرا مصلی گھس سکتا ہے، اور بعض لوگ صف میں ایک دوسرے سے پیر تو ملاتے ہیں لیکن زیادہ پیر پھیلانے کی وجہ سے کندھے سے کندھے نہیں ملتے، اور اسی طرح کچھ لوگ بے توجہی میں صف کے اندر آگے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور صف ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہ جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں جاننے کی ضرورت ہے کہ صف بندی کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے ہمارے ساتھ باغِ رسالت کی سیر کرتے چلیں تاکہ اس بارے میں صحیح طریقے کا علم ہو سکے۔ تو سیر کا آغاز کرتے ہیں۔

فرمانِ رسالت ہے: عن أنس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلاة حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 723)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے: عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سووا صفوفکم فان تسویة الصف من تمام الصلاة. حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صفوں کو سیدھا کرنے سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 975)

مذکورہ بالا حدیثوں سے نماز میں صف بندی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ تسویۃ الصّف صفوں کو درست اور برابر کرنے کا مطلب ہے کہ صفوں کو سیدھا کرنا، صفوں میں کجی نہ رکھنا، ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے خوب ملا کر کھڑا ہونا، صفوں کے درمیان خلا نہ چھوڑنا۔

صف بندی کے یہ وہ لازمی اجزاء ہیں جن سے صف درست ہوتی ہے اور صف کی درستگی سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف کو درست اور سیدھا کرنے کا حکم دیتے بلکہ خود بھی صف کو خوب سے خوب تر سیدھا کرتے۔ جیسے کہ ذیل کی حدیثوں میں ہے:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے پہلے ہماری جانب منہ کرتے اور فرماتے: ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جاؤ اور صف کو سیدھی اور برابر کرلو، چونکہ میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (صحیح، مسند احمد، حدیث نمبر: 13306)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا کرتے تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تیروں کو سیدھا کر رہے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ہم نے آپ سے اس بات کو سمجھ لیا ہے، پھر ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہنے والے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی آدمی کے سینہ کو صف سے نکلا ہوا دیکھا تو فرمایا: اے اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 979)

ایک دوسری حدیث ہے: ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کندھوں پر نماز کے وقت ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر ہو جاؤ اور آگے پیچھے نہ رہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی اور چاہئے کہ تم میں سے جو عقلمند اور سمجھدار ہوں وہ قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں حضرت ابومسعودؓ نے فرمایا: آج تو (صفوں میں کجی کی وجہ سے) لوگوں میں سخت اختلاف ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 972)

یہی سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہونے کی تاکید فرماتے اور صف کے درمیان خلا چھوڑنے سے سختی کے ساتھ روکتے اور فرماتے کہ خالی جگہ شیطان کے لئے ہوتی ہے:

احادیث نبوی ملاحظہ کریں: حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ نماز کے

لیے تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا: اپنی صفیں برابر کرلو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوجاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:719)

چنانچہ صف بندی کی روح یہی ہے کہ نمازی دربارِ الٰہی میں عاجزی وانکساری کے ساتھ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوں۔ اور اس پر ابھارتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے پاس کرتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صف بندی کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اگلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔(صحیح، سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 661)

نیز آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے صف بندی کے آداب اور اس کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنی صفیں درست کرو، اور اپنے کندھے ایک دوسرے کے مقابل میں رکھو، اور (صفوں کے اندر کا) شگاف بند کرو، اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو، جو شخص صف کو ملائے گا، اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا، اور جو شخص صف کو کاٹے گا اللہ تعالیٰ اسے کاٹ دے گا۔(صحیح، سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 666) تخریج دارالدعوہ: سنن النسائی ٣١ (٨٢٠) (تحفة الأشراف: ٧٣٨٠، ١٩٢٣٥) وقد أخرجه مسند احمد (٢/٩٧)

حدیثِ پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کس قدر پیاری پیاری ہدایات کی قندیلیں روشن ہوئی ہیں، کاش کہ ہم ان سے اپنے دلوں کو منور کرکے عملی جامہ پہناتے!

دوسری حدیث میں ہے: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوجاؤ اور ایک صف دوسری صف سے نزدیک رکھو، اور گردنوں کو بھی ایک دوسرے کے مقابل میں رکھو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں شیطان کو دیکھتا ہوں وہ صفوں کے بیچ میں سے گھس آتا ہے، گویا وہ بکری کا بچہ ہے۔(صحیح، سنن ابوداؤد، حدیث نمبر:667) تخریج دارالدعوہ: سنن النسائی/ ۲۸ (۸۱۶)، تحفة الاشراف: ۱۱۳۲) وقد أخرجه مسند احمد (۳/۲۶۰، ۲۸۳)

بہت دکھ ہوتا ہے اس منظر کو دیکھ کر جب ایک نمازی بیچ میں خالی جگہ رکھ کر شیطان کو قریب کرلیتا ہے، مگر وہ ایک مسلمان سے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے ملا کر قریب نہیں ہوتا۔ افسوس! جس کی بنا پر آپس میں اس قدر پھوٹ ہے اور مسلمان انتشار اور اختلاف کا شکار ہے۔ جبکہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ مل کر کھڑے ہونے سے صرف یہی نہیں کہ دونوں کے درمیان محبت کی کرنٹ دوڑ جاتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنے سے جوڑ لیتے ہیں۔ اور اس کے درجات بلند فرماتے ہیں اور جنت میں محل تیار کرتے ہیں۔

فرمانِ رسول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (نماز میں) صف میں خالی جگہ کو پُر کرتا ہے، تو اللہ اِس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور جنت میں اس کے لئے ایک گھر بنا دیتا ہے۔(صحیح الترغیب للالبانی: 505 (صحیح لغیرہ) السلسلة الصحیحة:1892)

یہ کس قدر غور طلب بات ہے کہ ایک نمازی آپس میں صف کاٹ کر یہی نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے دور ہوتا ہے، بلکہ وہ حدیث میں مذکور انعام سے بھی محروم ہوتا ہے۔

اس کے برعکس قرآنی تربیت یافتہ گروہِ صحابہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ جو مسلکی اختلافات سے بالکل بالاتر تھے، وہ تو محض کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے جذبۂ تعمیل سے سرشار تھے، ایک طرف حکمِ نبی دوسری طرف انعامِ ربانی پر ان کی نظر تھی۔ کب وہ اس مژدہ جانفزا کو ہاتھوں سے جانے دیتے۔ دیکھئے ان کے جذبۂ عمل کو ان ہی کی زبانی۔

انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں برابر کرلو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم (پاؤں) اس کے قدم (پاؤں) سے ملا دیتا تھا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر:725)

کہاں ہیں شیدائیانِ سنتِ رسول اور عشقِ نبی کے دم بھرنے والے؟ سچ تو یہ ہے کہ

ہم گفتار کے غازی بن تو گئے   کردار کے غازی بن نہ سکے

متذکرہ بالا نصوصِ صحیحہ سے صف بندی کا مسنون طریقہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ صف بالکل سیدھی ہو، ہرگز ٹیڑھی میڑھی نہ ہو، اور نمازی ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں اور کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں، صف کے درمیان ہرگز خالی جگہ نہ چھوڑے، ورنہ بیچ میں شیطان گھس کر وسوسے ڈالے گا اور دونوں میں اختلاف کا بیج بوئے گا۔ اسی التزام کا نام صف بندی ہے۔ جو اقامت صلاۃ کا حصہ ہے اور جس سے ہماری نماز مکمل ہوتی ہے۔

اسی اہمیت کی بنیاد پر جب تک صفیں مکمل طور پر درست نہیں ہوجاتیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نماز شروع نہیں فرماتے۔ چنانچہ مروی ہے:

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

عصر حاضر میں خارجیت کے چند مظاہر

حافظ فیضان یوسف پٹیل جامعی اثری
استاد جامعہ محمدیہ عربیہ رائیدرگ

اسلام ایک دین اعتدال ہے اور یہ امت ''امت وسط ہے''، اس کی تعلیمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، اس میں نہ تو افراط ہے اور نہ ہی تفریط اور نہ ہی کسی قسم کی کمی وکجی۔ ہاں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ کچھ گمراہ تحریکوں، تنظیموں اور جماعتوں نے جنم لیا ہے، جنہوں نے اسلام اور اہل اسلام کی مضبوط جڑوں کو اپنے باطل اور کفریہ عقائد ونظریات کے ذریعہ کھوکھلا کرنے کی ناپاک سعی کی ہے، اور یہ اپنے شیطانی منصوبوں میں کچھ حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں، اور عصر حاضر میں بھی کچھ ایسی انجمنیں، ادارے اور سوسائٹیاں ہیں جو اسی راہ ورسم پر سرگرم ہیں، مثال کے طور پر داعش، القاعدہ، ان کے نام، نسبت، شناخت کچھ بھی ہو مگر اپنی سوچ وفکر میں ایک دوسرے کے ہم پلہ اور مساوی ہیں۔ یہ تمام خبیث اور منحرف تنظیمیں ایک ہی سر چشمے سے جڑی ہوئی ہیں وہ ہے ''خارجیت'' خارجیت ایک باطل اور گمراہ کن نظریہ ہے، جس کے جراثیم عہد نبوی سے وجود پذیر ہو گئے تھے اور جس نے ہر دور میں امت مسلمہ کو فکری، عملی اور اجتماعی طور پر نقصان پہنچایا۔

آج جس سماج ومعاشرے میں ہم سانس لے رہیں ہیں، وہاں لوگوں کی تکفیر، امراء سے بغاوت، علما پر طعن وتشنیع، مسلمانوں پر تشدد، دین حنیف کے بارے میں جہالت، یہ سب عام سی باتیں ہو چکی ہیں، ان سب افکار ونظریات کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم خارجیت کی دہلیز پر ہیں۔

عوام کو اس فتنہ سے نکالنا از حد ضروری ہے، اور ان کے عقیدہ اور منہج کی اصلاح کرنا یہ بھی لازم ہے، لہٰذا اس مضمون میں عصر حاضر میں خارجیت کے چند نمایاں مظاہر بیان کئے جا رہے ہیں جن میں آج بہت سے لوگ ملوث ہیں۔

خوارج کی تعریف: کئی علماء نے الگ الگ ناحیوں سے بیان کی ہے۔ ابوالحسن اشعری خوارج کی تعریف میں کہتے ہیں: خوارج کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جاتا ہے جنہوں نے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ پر خروج کیا تھا[مقالات الاسلامیین: ۱/ ۶۱] ہر وہ شخص جو کسی ایسے امام کے خلاف خروج (بغاوت کرے) جس پر (مسلمانوں کی) جماعت متفق ہو، خارجی کہلاتا ہے، خواہ یہ خروج (بغاوت) صحابہؓ کے زمانے میں ہدایت یافتہ اماموں (ائمہ راشدین) کے خلاف ہو، یا ان کے بعد تابعینؒ کے خلاف ہو خواہ ہر زمانے کے اماموں (خلفاء) کے خلاف ہو[کتاب الملل والنحل، اردو ترجمہ، پروفیسر علی محسن صدیقی ۱/ ۴۷]

مظاہر

حکام سے بغاوت اور ان پر خروج: خارجی ذہنیت کے لوگ مسلم حکمرانوں سے بغاوت کرتے ہیں، اور ان کے خلاف خروج کرتے ہیں، اسی وجہ سے انھیں خوارج کہا جاتا ہے جیسا کہ اوپر تعریف میں بھی گزرا کہ انھوں نے علی سے خروج کیا اس وجہ سے انھیں خوارج کہا جانے لگا۔

جو سب سے پہلا خارجی تھا اس نے بھی نبی کے فیصلے پر سوال اٹھایا تھا اور کہا: یا رسول اللہ اعدل یا رسول آپ انصاف کیجئے (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ باب ذکر الخوارج وصفاتھم:1063)

ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں فرماتے ہیں اور امام ابو داؤد کے نزدیک اس کا نام نافع ہے، اور امام سہیلی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا۔ (فتح الباری بشرح البخاری ۸/ ۶۹)

آج دورِ حاضر میں کچھ نام نہاد مسلمان، مسلم ممالک میں ''انقلاب زندہ باد'' کے نعرے بلند کرتے ہیں، حکام کے خلاف احتجاج اور مظاہرے کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب کبھی انقلاب کے نعرے بلند ہوئے اور پرانے حکام کو ہٹایا گیا، تو اس کے نتیجے میں کئی ممالک تباہ و برباد ہو گئے۔ جب ان کے عوام میں فکرِ خارجیت کی ہوا عام ہوئی، تو ان پر مصائب ومشکلات کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ ان کے شہر، گاؤں اور بستیاں کھنڈرات اور سنگلاخ وادیوں میں تبدیل ہو گئیں۔ کئی گھر زمین بوس ہو گئے، بچے یتیم، اور عورتیں بیوہ ہو گئیں، بدامنی عام ہو گئی، بموں و بندوقوں کے ذریعے سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کو موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا۔ بچوں اور عورتوں کی کوئی پروانہ کی گئی، سب کے ساتھ ظالمانہ سلوک اور رویہ اختیار کیا گیا۔ ہزاروں افراد کو قید و بند کے حوالے کیا گیا، انھیں اسیر بنا کر ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ کئی ماؤں اور بہنوں کی عزتوں کے ساتھ بے دردی سے کھلواڑ کیا گیا، ان کی عصمتیں پامال کی گئیں۔ اسی بغاوت کے سبب ان کے بازاروں میں مندی چھا گئی، معیشت کمزور ہو گئی، لوگ مفلس ہو گئے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئے۔ سب کچھ انہی خارجیوں کی بغاوت، شرارت اور خباثت کا نتیجہ تھا، جس کا خمیازہ عام لوگوں کو بھگتنا پڑا، اور یہ خواہ مخواہ بلی کے بکرے بن گئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کے سابق حکام دودھ کے دھلے تھے، مگر اس بغاوت اور خروج نے تمام معاملات کو پیچیدہ اور بد سے بدتر بنا دیا۔

آج ہمارے معاشرے میں بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو سعودی عرب سے

نفرت کرتے ہیں۔ان کے دلوں میں سعودی عرب کے خلاف بغض، حسد، کینہ اور عداوت بھری ہوئی ہے۔ یہ لوگ مسلسل سعودی عرب کے خلاف جستجو میں لگے رہتے ہیں، اوراس کے خلاف چھوٹی بڑی، سچی جھوٹی باتوں کو پھیلاتے پھرتے ہیں۔ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ سعودی عرب کی دین و ملت کے لیے کیا خدمات ہیں،سعودی عرب دنیا کے ہرخطے میں قرآنِ مجید کے نسخے فراہم کرتا ہے،عقیدہ توحید کی نشرواشاعت کے لیے کتابیں مہیا کرتا ہے،علمائے کرام کو دعوت وتبلیغ کے لیے بھیجتا ہے،اور ہزاروں ملکی وغیر ملکی طلباءکو تعلیم کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔ان طلباء کے قیام و طعام،ضروریاتِ زندگی، حتیٰ کہ انہیں ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں کئی دیگر میدانوں میں بھی سعودی حکومت دینی خدمات اور خیر خواہیوں کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔مگر افسوس! کچھ نادان اور سطحی سوچ رکھنے والے لوگ سعودی عرب کو اپنا دشمن گردانتے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی و ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس سے دلیل مل جائے گی۔(صحیح بخاری:۷۰۵۶)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا: میرے بعد ایسے امام (حکمران اور رہنما) ہوں گے جو زندگی گزارنے میں میرے طریقے پر نہیں چلیں گے اور میری سنت کو نہیں اپنائیں گے اور جلد ہی ان میں ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کی وضع قطع انسانی ہو گی، دل شیطانوں کے دل ہوں گے۔(حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر میں وہ زمانہ پاؤں (تو کیا کروں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا، چاہے تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں اور تمہارا مال چھین لیا جائے پھر بھی سننا اور اطاعت کرنا۔(صحیح مسلم:۴۷۸۵)

اب دونوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر حالت میں امیر کی اطاعت ضروری ہے الا یہ کہ وہ کفر بواح کی طرف لوگوں کو دعوت دے رہا ہو یا تو لوگوں کو کفر کرنے پر مجبور کر رہا ہو۔

اہلِ سنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ فتنہ کے وقت قتال (لڑائی) کو چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ اس بارے میں نبی کریم سے صحیح اور ثابت احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ وہ اسے اپنی عقیدے کی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں، اور وہ لوگوں کو ظالم حکمرانوں پر صبر کرنے اور ان سے قتال نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔(منہاج السنۃ:۲۹۸)

لوگوں کو چاہیے کہ وہ حکمرانوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے کے بجائے پہلے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی اصلاح کریں۔

2)علماء ربانیین پر طعن وتشنیع اور ان سے دوری: عصرِ حاضر میں خارجیت کی نمایاں علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ علماءِ حق پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، ان سے دوری اختیار کرتے ہیں۔یہی طرزِ عمل سب سے پہلے اس خارجی نے اپنایا تھا جس نے رسول اللہ جیسی عظیم معلم ومربی سے کہا تھا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! اِتَّقِ اللّٰهَ۔اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو۔

پھر اس کے گمراہ پیروکاروں نے بھی صحابہ کرامؓ جیسے جلیل القدر علماء کو کافر قرار دیا ، ان کو برا بھلا کہا، انھیں سب وستم کیا۔جن میں حضرت عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جیسے عظیم ہستیاں شامل تھیں۔(کشف الغمۃ للا زکوی،ص: 295) آج بھی بہت سارے لوگ اسی خارجی منہج پر گامزن ہیں۔وہ علمائے ربانیین کی ناحق مخالفت کرتے ہیں، ان کی معمولی لغزشوں کو اچھال کر عامۃ الناس کو ان سے بدظن کرتے ہیں۔یہ لوگ نہ صرف علماء کی توقیر وتعظیم کو نظرانداز کرتے ہیں بلکہ ان کے علم ومقام کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔یہ اپنی عقلوں کو دین کے لیے کافی سمجھتے ہوئے، خود سے کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، غیر معتبر اور گمراہ فرقوں کے افراد کی تقاریر سنتے ہیں، افسوس کہ بعض پڑھے لکھے طبقے کے لوگ جو اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں، عوام کو ان کی تقریریں سننے کی کھلی اجازت دے دیتے ہیں، اور خذ ماصفا دع ما کدر (صاف چیز لے لو، گدلا چھوڑ دو) جیسے غیر منضبط اصول کو اختیار کرتے ہیں۔اسی روش کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عوام الناس حق وہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔نبی کریم کی ایک حدیث ہے: ایک قوم مشرق کی طرف سرگرداں پھرے گی ان کے سر منڈھے ہوئے ہوں گے۔(صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ، باب الخوارج شر الخلق والخلیق، حدیث: 1068) امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں يذهبون عن الصواب وعن طريق الحق (شرح النووی علی مسلم 7/175) یعنی: وہ صواب اور راہِ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔آج بھی یہی روش رائج ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو سلفی العقیدہ علمائے کرام کی کتابوں اور بیانات کی طرف رہنمائی کی جائے، کیونکہ علماء ربانیین دین کے وارث، دین کے قلعے، اور امت کی رہنمائی کے ستون ہیں، جن کی اہمیت وفضیلت پر قرآن وحدیث کے کئی نصوص دلالت کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران: 18) اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، ایک اور مقام پر فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات (المجادلہ: 11) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا۔

رسول اللہ نے فرمایا: جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا۔ (سنن ابوداؤد) ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات واحادیث علمائے ربانیین کی فضیلت کو واضح کرتی ہیں۔

لہٰذا علماء کے خلاف زبان درازی نہ صرف ایک فکری گمراہی ہے بلکہ امت کے شیرازہ کو منتشر کرنے کا سبب بھی بنتی ہے۔ امت کی اصلاح، فکری انحراف سے حفاظت، اور ہدایت کی روشنی علمائے حق کی اقتداء ہی سے ممکن ہے۔

3) چھوٹی غلطیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر لوکوں پر تکفیری فتوے لگانا: خوارج بہت زیادہ ''صوم وصلاۃ'' کے پابند تھے اسی وجہ سے نبی نے فرمایا: میری امت سے کچھ لوگ نکلیں گے وہ (اس طرح) قرآن پڑھیں گے کہ تمہاری قراءت ان کی قراءت کے مقابلے میں کچھ نہ ہوگی اور نہ تمہاری نمازوں کی ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی تمہارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۲۴۶۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں ایک ایسی قوم کے پاس داخل ہوا جنہیں میں نے کبھی عبادت میں اتنا سخت کوشش کرنے والا نہیں دیکھا۔ ان کی پیشانیاں سجدوں کی وجہ سے زخمی تھیں، ان کے ہاتھ اونٹوں کے گھٹنوں کی طرح سخت تھے، انہوں نے دھلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اور وہ انہیں چڑھا کر رکھے ہوئے تھے، ان کے چہرے شب بیداری کی وجہ سے زرد اور مرجھائے ہوئے تھے۔ (تلبیس ابلیس ص ۹۱)

مگر اس کے باوجود یہ لوگ دین میں کافی غلو اور تشدد سے کام لیتے ہیں، مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے تھے صحابہؓ کے دور میں بھی جو خارجی پائے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر تھا، (حقیقة الایمان والکفر 1 ص 17) صاحبِ کبیرہ کے مسئلے میں یعنی وہ شخص جس نے زنا کیا، یا چوری کی، یا کوئی اور کبیرہ گناہ کیا، خوارج کہتے ہیں: یہ کافر ہو جاتا ہے۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں خوارج اور اہل بدعت کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور جب وہ گناہوں کی بنا پر کسی کو کافر کہتے ہیں تو اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے خون اور مال کو حلال سمجھ لیتے ہیں، اور مسلمانوں کے ملک کو دار الحرب (جنگ کا علاقہ) قرار دیتے ہیں، جبکہ اپنے علاقے کو دار الایمان (ایمان کا علاقہ) شمار کرتے ہیں۔ (الفتاوی، 497/28)

آج عصر حاضر میں بھی بہت سے لوگ ایسے نظر آتے ہیں، جو دوسرے لوگوں کو چھوٹی موٹی غلطیوں، خطاؤں، خامیوں پر کافر قرار دیتے، دائرہ اسلام سے خارج کر دیتے، اپنے مسلک اور مذہب کے سوا ہر کوئی انھیں مرتد اور کافر ہی نظر آتا ہے، گرچہ ان لوگوں میں دنیا بھر کی برائیاں ہی کیوں نہ ہوں یہ کتاب وسنت کی مخالفت کرتے ہیں، غیر اللہ کے چکر لگاتے ہیں، ایک مردہ شخص سے سوال کرتے ہیں، اسے حاجت رواں سمجھتے ہیں، منہج سلف کی راہ سے منہ موڑ لیتے ہیں، قرآنی مجید کی من مانی تفسیر وتشریح کرتے ہیں، یا قرآن میں تاویل سے کام لیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ان ساری برائیوں اور خامیوں کے باوجود یہ دوسروں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ انھیں اپنی خامیاں اور غلطیاں نظر نہیں آتیں، مگر دوسروں کو کافر قرار دینا ضرور آتا ہے۔ کسی کو کافر قرار دینے کو لوگ بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں، کہ ہم نے فلاں آدمی یا فلاں جماعت کو کافر قرار دیا ہے تو اس لئے ہم پکے مسلمان اور مومن ہو گئے جبکہ نبی کی حدیث ہے: جس شخص نے بھی اپنے کسی بھائی کو کہا کہ اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو گیا۔ یعنی جسے کافر کہا گیا ہے اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والا کافر بن جائے گا۔ اہل علم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو زجر وتوبیخ پر محمول کرتے ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بات کہنا کس قدر بڑا گناہ ہے، لہٰذا اگر کوئی ایسی بات کہے تو اس سے لازماً توبہ کرے (جواہر الایمان شرح اللوو المرجان، حدیث/صفحہ نمبر: 39)

کسی ایسے شخص کی تکفیر کرنا جس کا ظاہر اسلام ہو، بغیر کسی شرعی دلیل اور قابلِ قبول دلیل کے جُرأت کرنا، اہلِ سنت والجماعت کے اہلِ علم ائمہ کے طریقے کے خلاف ہے۔ (مجموع الرسائل والمسائل النجدیۃ: ۵۲۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تکفیر اللہ کا حق ہے، پس کسی کی تکفیر صرف اسی وقت کی جائے گی جب اللہ اور اس کے رسول نے اسے کافر قرار دیا ہو۔ (تلخیص الاستغاثۃ: ۲/۲۹۴)

تو واضح ہوا کہ کسی کو کافر قرار دینا یہ اہل السنہ والجماعہ کے منہج کے خلاف ہے اور یہ بہت ہی قبیح فعل ہے۔ لوگوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

4) اہل اسلام سے قتال کرنا اور ان کے خون کو حلال سمجھنا: خوارج نے عہد صحابہؓ ہی کے دور سے مسلمانوں سے قتال کو جائز اور حلال سمجھا، اور عصر حاضر میں بھی بہت سے کلمہ گو مسلمان ایسے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف قتال کو جائز سمجھتے ہیں

جبکہ اللہ رب العالمین قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: مَن قَتَلَ نَفساً بِغَيرِ نَفسٍ أَو فَسادٍ فِي الأَرضِ فَكَأَنَّما قَتَلَ النّاسَ جَميعاً (المائدۃ آیت نمبر 32) جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل

کرڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

اور نبیؐ نے تو مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کو بھی منع کیا ہے ایشیر احدکم الی أخیه بالسلاح، فانه لا یدری أحدکم لعل الشیطان ینزع فی یده فیقع فی حفرة من النار (صحیح مسلم، کتاب البروالصلة والآداب، باب النهی عن الاشارة باالسلاح الی مسلم ۲۶۱۷) تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ شاید شیطان اچانک اس کے ہاتھ میں اسے حرکت دے (اور وہ دوسرے مسلمان کو لگ جائے) اور وہ (جس کے ہاتھ سے ہتھیار چلے) جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔

ایک اور حدیث ہے جس میں مزید وضاحت ہے، کل المسلم علی المسلم، حرام دمه، وماله وعرضه (صحیح مسلم، کتاب البروالصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله ۶۵۴۱) ہر مسلمان پر (دوسرے) مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہیں۔

ان نصوص سے یہ معلوم ہوتا کہ کسی کا بھی ناحق خون نہیں بہانا چاہئے وہ مسلمان ہو یا کافر حرام ہے۔ یہ چند ایک خارجیت کے مظاہر ہیں جو عصرِ حاضر میں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

انھیں خارجیت کے مظاہر نے اسلام اور اہلِ اسلام کی شبیہ کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے، اور اسلام کو لوگوں کے سامنے غلط طریقے سے پیش کیا ہے، حالانکہ اسلام ان تمام باطل افکار کی سختی سے تردید کرتا ہے اور ان کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو امن وسلامتی کا علمبردار ہے، نہ کہ فتنہ وفساد اور خونریزی کا۔ یہی وہ اسلام ہے جس نے ایک بے گناہ انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ اسی اسلام نے پیاسے کتے کو پانی پلانے پر جنت کی خوشخبری دی ہے، اور دوسری طرف بلی کو قید رکھنے پر جہنم کی وعید سنائی ہے۔ جو دین جانوروں تک کی جان کی قدر وقیمت کرتا ہے، وہ کسی بے گناہ انسان کے قتل کو کیسے جائز قرار دے سکتا ہے؟

خلاصہ کلام: لوگوں کو چاہیے کہ وہ خالص کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں، اپنے عقیدے اور منہج کی اصلاح کریں، سلفی اہلِ حدیث علماء سے وابستہ رہیں، اور کسی بھی راہ چلتے نام نہاد عالم کو اپنا رہنما نہ بنائیں۔ اسی طرح ان گمراہ تحریکوں، جماعتوں اور تنظیموں (جن کا اوپر ذکر آیا ہے) سے خود کو محفوظ رکھیں، ورنہ اس کا خمیازہ نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے اہلِ خانہ کو بھی بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں منہجِ سلف پر قائم ودائم رکھے اور ان باطل وگمراہ نظریات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۶ کا)

ہاتھوں کو اٹھائے۔ پاکی کی حالت میں ہو یعنی باوضو ہو۔ اسے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں اور فضل کا اعتراف واقرار ہو۔ اسی طرح اللہ کے سامنے اپنی مجبوری اور حاجت وضرورت کا اظہار کرے۔ دعا میں زیادتی نہ کرے۔ ان آداب کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت صحیح احادیث میں موجود ہے۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ قبولیت دعا کے لیے افضل اوقات کا انتخاب کرے مثلاً سجدے کی حالت، اذان واقامت کے درمیان کا وقفہ، آخری تہائی رات، جمعہ کے دن کا آخری حصہ، بارش ہونے کے وقت، روزہ افطار کے وقت، شب قدر، یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) فرض نمازوں کا آخری حصہ، نماز کی اقامت کے وقت، رات میں نیند سے جاگتے وقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد دعا کے الفاظ کے ساتھ وغیرہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم جب بددعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ (اس کی بددعا کو) بادل کے اوپر اٹھا لیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے: قسم ہے میری عزت کی میں ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر ہی سہی۔ (ترمذی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے وقت جامع دعاؤں کا انتخاب فرماتے تھے۔ آپ دعا فرماتے: رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور عذاب جہنم سے نجات دے) اکثر آپ یہ دعا کرتے: یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ (اے دلوں کو پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ نے یہ دعا مانگنے کے لیے کہا: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ۔ (اے اللہ! مجھے سیدھا راستہ دکھا اور درستگی پر قائم رکھ۔) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شب قدر میں مانگنے کے لیے یہ دعا: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (اے اللہ! بیشک تو بہت معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، چنانچہ تو مجھے معاف فرما دے۔) سکھائی۔ ان کے علاوہ بہت سی دعائیں ہیں جن کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اوقات میں اپنے صحابہ کرام کو تعلیم دی۔

معلوم ہوا کہ دعا کی بڑی اہمیت ہے اور دعا کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہیں۔ علاوہ ازیں دعا کی قبولیت کے کچھ آداب وشرائط ہیں جن کی رعایت بے حد ضروری ہے۔ اور اگر ان سب باتوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر دعا کی جائے، رب سے لو لگائی جائے اور اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کیا جائے تو دعا دربار الٰہی میں ضرور شرف قبولیت حاصل کرتی ہے۔ رب ذوالجلال سے التجا ہے کہ وہ ہمیں دعا کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

مولانا عبداللہ بن عبدالرحمان مکی، ولی اللہ بن عبدالرحمان سلفی

مولانا عبدالرحمان مکی رحمہ اللہ

ولادت: 15 اکتوبر 1963 وفات: 27 اپریل 2025

نام و نسب: ابوعبداللہ عبدالرحمان بن مشتاق احمد بن عابد علی علمی نسبت سلفی اورنسبی نسبت ہاشمی رحمہ اللہ علیہ ایک ممتاز عالم دین تھے۔آپ کی پوری زندگی علم کے حصول اور دین اسلام کی خدمت اوراس کی نشر واشاعت میں گزری آپ کا شمار علاقہ کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔آپ انتہائی متواضع، سادہ مزاج اور زاہد انسان تھے۔

ولادت: آپ کی ولادت 15 اکتوبر 1963 کو موضع مینھوا پوسٹ سوہانس بازار ضلع سدھارتھ نگر کے ایک دینی گھرانے میں ہوئی۔

خاندانی پس منظر: آپ کا تعلق ایک دینی وعلمی گھرانے سے تھا۔ آپ کے والد محترم بھی ایک عالم دین اور علاقہ کے امام تھے، جنہوں نے بچپن سے آپ کی تربیت دینی خطوط پر کی۔علاقہ سوہانس دریائے کونڈا سے بلکل متصل مغربی علاقہ ہے جو جغرافیائی اعتبار سے سیلاب زدہ ہے اس کے ساتھ ساتھ مسلمان شرک وبدعت تعزیہ داری اور توہم پرستی میں مبتلا تھے مگر اللہ کے فضل و کرم سے دو بندوں مولانا خلیل الرحمان صدیقی رحمانی اور مولانا مشتاق احمد سعیدی نے اپنی انتھک جدو جہد سے اسے توحید وسنت کا لہلہاتا باغ بنادیا ہے۔

تعلیم و تربیت: تعلیم کا آغاز آپ نے قریبی مقام دارالھدی یوسف پور سے کیا بعدازاں جامعہ اثریہ دارالحدیث مئوناتھ بھنجن سے آپ نے ثانویہ کی سند حاصل کی مزید اعلی تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار کا سفر کیا اور وہاں سے "فضیلت" کی سند حاصل کی۔آپ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تعلیم شیخ الحدیث دکتور سید عبدالعزیز سلفی حفظہ اللہ سے حاصل کی۔

مشہور اساتذہ کرام: شیخ الحدیث دکتور سید عبدالعزیز سلفی، شیخ دکتور عبدالرحمان لیثی، شیخ عبدالشکور اثری، شیخ محمد احمد فیضی، شیخ عبدالحمید فیضی

فضیلت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد چند سال تک جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دی۔گھر کی ذمہ داریوں کے باعث آپ اعظم گڑھ سے واپس اپنے آبائی مقام مینھوا سوہانس بازار تشریف لے آئے اور علاقہ کے ایک ادارہ معہد مفتاح العلوم میں صدر مدرس کے عہدے پر تقریبا3 سال تک فائز رہے۔

دینی ذوق وشوق نے آپ کو مزید تعلیم کے لئے جامعہ ام القری سعودیہ عربیہ کی طرف رہنمائی کی آپ نے 4 سال وہاں دینی تعلیم حاصل کی اوران تعلیمی ایام کے دوران دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ، دکتور وصی اللہ عباس حفظہ اللہ۔وغیرہ جیسے مشہور علماء دین کی صحبت حاصل ہوئی۔اسی دوران آپ کی ملاقات شیخ الحدیث مولانا خورشید احمد سلفی حفظہ اللہ سے ہوئی، جن سے ابتداء ہی سے نہایت مخلصانہ قلبی اور دینی بنیادوں پر ایک گہرا تعلق قائم ہوا۔یہ تعلق وقت گزرنے کے ساتھ مزید مضبوط اور پائیدار بنتا چلا گیا، اخلاص، محبت اور اعتماد کا یہ تعلق زندگی بھر قائم رہا۔

دینی خدمات: 1990ء میں آپ کے والد محترم مولانا مشتاق احمد سعیدی رحمہ اللہ اور دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ نے سوہانس بازار میں مرکز الدعوۃ السّلفیہ کو قائم کیا۔اس ادارے کو قائم کرانے میں آپ نے ایک اہم کردار ادا کیا اوراپنے والد محترم کے ساتھ ملکر اس ادارے کے کچھ تعمیراتی کام انجام دیئے۔

آپ نے مکہ مکرمہ میں تعلیم کے دوران بھی دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ کے ساتھ ملکر مرکز الدعوۃ السّلفیہ کی مالی امداد کے لئے بڑی محنت اور جانفشانی سے تعاون اکٹھا کیا تا کہ یہ ادارہ دین کی خدمت کے لیئے مضبوط بنیاد پر قائم ہو سکے اس مقصد کے تحت آپ حضرات رحمھم اللہ نے جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں خاطر خواہ تعاون حاصل ہوا۔ اس ادارہ کی مالی امداد دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ نے اپنے ذمہ لیا تھا اوراس کی نظامت کی ذمہ داری آپ کے والد محترم مولانا مشتاق احمد سعیدی رحمہ اللہ کی تھی۔

آپ کے والد محترم کی وفات کے بعد، آپ رحمہ اللہ نے نہایت عزم وحوصلے کے ساتھ ان کی دینی، تعلیمی وانتظامی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا فیصلہ کیا اور اپنے آبائی مقام واپس آ گئے۔ابتدائی مراحل میں آپ کو سخت مخالفت اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، مخالف حالات اور مشکلات کے باوجود آپ نے اپنی حکمت، حسن اخلاق اور صبر سے نہ صرف مدرسے کی نظامت سنبھالی بلکہ اپنی محنت، اخلاص اور دور اندیشی سے ادارے کو ایک نئی جہت دی، آپ کی قیادت میں مدرسے نے علمی، انتظامی اور تعلیمی میدان میں نمایاں ترقی کی، طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا، اساتذہ کا معیار بلند ہوا، شعبہ عربی قائم ہوا اور ثانویہ تک کی تعلیم ہونے لگی۔اس وقت مجموعی طور پر ادارے میں تقریباً 200 طلبہ زیر تعلیم تھے، جن میں سے 70 سے 80 طلبہ ہوسٹل میں رہتے تھے۔مدرسہ کو علاقے میں ایک معتبر ادارہ کے طور پر شناخت ملی۔آپ کی کوششوں سے مدرسہ نے جو مقام حاصل کیا، وہ آپ کی دیانتدارانہ اور مخلصانہ کاوشوں کا مظہر ہے۔

آپ کے والد محترم مولانا مشتاق احمد سعیدی رحمہ اللہ کی وفات کی بعد علاقے کی دینی واصلاحی ذمہ داری بھی آپ کے کندھوں پر آن پڑی۔ علاقے کے عوام نے آپ کی علمی قابلیت، حسن اخلاق اور قیادت کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو اپنا رہنما اور اصلاحی قائد تسلیم کیا۔ یہاں تک کہ عوام اپنے ذاتی مسئلوں میں بھی آپ سے مشورہ کرتے تھے اور آپ کی باتوں کو مانتے اور اس کے مطابق عمل کرتے، آپ نے بھی اس اعتماد کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر ادا کیا اور اپنے والد کی دینی واصلاحی روایت کو زندہ رکھا۔

سن 2009 تک آپ نے نہایت حسنِ تدبیر اور اخلاص کے ساتھ مرکز الدعوۃ السلفیہ کی نظامت کی ذمہ داری انجام دی۔ آپ کی شب و روز محنت، فکری منصوبہ بندی، اور عملی جدوجہد سے ادارہ علمی وتربیتی میدان میں نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

دکتور عبدالوہاب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک مرحلہ ایسا آیا کہ مدرسے کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نازک دور میں، آپ نے ایک بار پھر خالص دینی جذبے، توکل اور اخلاص کے ساتھ قیادت سنبھالی۔ مدرسے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آپ نے اپنی زمین فروخت کردی، جس کی بدولت نہ صرف اساتذہ کی تنخواہ کی ادائیگی ممکن ہوئی، بلکہ مدرسے کے دیگر انتظامی امور بھی بخوبی انجام پاتے رہے۔ یہ قدم آپ کی اخلاص اور دینی خدمت کا ایسا روشن باب ہے جو رہتی دنیا تک مثال بنا رہے گا۔

دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادوں نے مدرسے کے مالی امداد کی ذمہ داری لی، آپ نے ادارے کی نظامت دکتور عبدالوہاب صدیقی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا محمد فیصل مدنی حفظہ اللہ کے سپرد کردی، اور خود مرکز الدعوۃ السلفیہ کمیٹی کے صدارت کی ذمہ داری سنبھالی، جسے آپ نے پوری زندگی اپنے حکمت وبصیرت کے ساتھ انجام دیا۔ لاک ڈاؤن کے مشکل ایام میں ادارے کو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ ناظمِ ادارہ بھی شدید علالت کا شکار ہو گئے۔ ایسے نازک حالات میں، آپ نے نہایت اخلاص اور عزم کے ساتھ ادارے کی ترقی کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ آپ رحمہ اللہ کی مسلسل محنت اور حکمت عملی سے حفظ کا شعبہ قائم ہوا۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے طلبہ کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا اور مدرسے کی رونق ایک بار پھر بحال ہوگئی۔

یہ سب کچھ اس عظیم شخصیت کی محنت، حسن اخلاق اور اصلاحی کوششوں سے ممکن ہوا جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم دین کے حصول، اس کی نشر واشاعت، اور دینی ادارے کی خدمت میں وقف کردی۔ یعنی مولانا عبدالرحمٰن سلفی، مکی رحمہ اللہ، جنہوں نے قریب 30 سال تک علاقہ میں تعلیم کے فروغ، دینی تربیت اور اصلاحی فریضہ انجام دیا۔

وفات: آپ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ مرکز الدعوۃ السلفیہ کی مسجد میں دیا 25 اپریل 2025 کو آپ نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ اسی دن شام سے آپ کی طبیعت خراب ہوئی اور 27 اپریل 2025 کو دوران علاج رات 10 بجے کے قریب لکھنؤ میں آپ کی وفات ہوگئی۔ 28 اپریل کو آپ رحمہ اللہ کے جنازے کی نماز ادا کی گئی۔

آپ رحمہ اللہ کے جنازے کی نماز آپ کے مخلص دوست، شیخ الحدیث مولانا خورشید احمد سلفی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ جس میں علاقہ وودور دراز علاقہ سے مسلمانوں کی جم غفیر نے شرکت کی اور علماء کرام کی ایک بڑی جماعت فضیلۃ الشیخ مولانا خورشید احمد سلفی شیخ الحدیث جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر نیپال، مولانا عبدالآخر مکی بھٹپرا مولانا محمد فیصل مدنی، مولانا نورالدین مدنی بیتنار، مشہور ومعروف سرجن ڈاکٹر مغیث احمد، مولانا عتیق الرحمان رحمانی، مولانا محفوظ الرحمان مدنی، مولانا عتیق الرحمان صفاوی مولانا ابوالکلام مدنی، حافظ عبارت علی سوہانس، مولانا ضیاء اللہ مڑلہ، مولانا شمیم الرحمان مڑلہ، مولانا ابراہیم سراجی، مولانا اقبال فیضی، حافظ نظام الدین، حافظ عثمان ساجد، مولانا ابوزاہد، حافظ نوراللہ وغیرہ نے بطور خاص شرکت کی۔

اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرمائے آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، آپ کی عبادتوں کو قبول فرمائے آپ کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام دے۔ آمین

☆☆☆

ماہ صفر کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۲۵/ جولائی ۲۰۲۵ء (پریس ریلیز)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج بتاریخ ۲۹/ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۲۵ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہِ صفر ۱۴۴۷ھ کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے۔ مگر ملک کے اکثر حصوں میں مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے رویت ہلال ماہ صفر کی مصدقہ ومستند خبر موصول نہیں ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل بتاریخ ۲۶/ جولائی ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ ماہ محرم الحرام کی تیسویں تاریخ ہوگی۔ ان شاء اللہ ☆☆

جامعہ دارالفرقان للبنات سعید آباد حید آباد کے ناظم اور معروف جماعتی وسماجی شخصیت جناب محمد عبدالرافع صدیقی صاحب کا انتقال پُرملال:

نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبرسنی گئی کہ جامعہ دارالفرقان للبنات سعید آباد حیدآباد کے ناظم اورمعروف جماعتی وسماجی شخصیت جناب محمد عبدالرافع صدیقی صاحب کا بتاریخ 10 / جولائی 2025، بروز جمعرات بعد نماز مغرب حیدرآباد کے درشہوار ہسپتال میں مختصر علالت کے بعدبعمر تقریبا80/ سال انتقال ہوگیا۔

جناب محمد عبدالرافع صدیقی صاحب بڑے خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز، علماء کے قدر دان، صوم وصلاۃ کے پابند اورمخلص انسان تھے۔آپ جامعہ دارالفرقان کے بانیوں میں سے تھے۔ جسے آپ نے اپنی انتھک محنت اوراللہ دادصلاحیت سے تادم واپسیں بام عروج تک پہونچانے کی بھرپوراورکامیاب کوشش کی۔اس کے علاوہ بھی آپ کئی اداروں اور مساجد کے ذمہ دار رہے۔جماعت ملت کے کاموں سے دلچسپی رکھتے تھےاورراقم سےخصوصی تعلق خاطر رکھتے تھے۔

پسماندگان میں دوصاحب زادے عبدالرحمٰن صدیقی وعبداللہ صدیقی ، تین صاحبزادیاں(جن میں سے ایک عالمہ ہیں) اور تین عالمہ فاضلہ نواسیاں ہیں۔نماز جنازہ مورخہ 11 / جولائی 2025ءکو بعد نمازِ عصر مسجد اہل حدیث فتح دروازہ حیدرآباد میں ادا کی گئی اور مسجد سے قریب قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے۔ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان و متعلقین خصوصا جامعہ کے صدر جناب عبدالوحید جانی وغیرہ کوصبرجمیل کی توفیق بخشےاور جامعہ کوان کانعم البدل عطافرمائے۔ آمین (دعا گو:اصغر علی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے شعبہ دعوت ووعظ وارشاد کے سرگرم رکن جناب ایاز تقی صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال پُرملال:

یہ خبرنہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے شعبہ دعوت ووعظ وارشاد کے سرگرم رکن جناب ایازتقی صاحب کی والدہ ماجدہ کا گیارہ بجے شب بعمر تقریبا85/ سال دہلی کے الشفاء ہاسپٹل میں مختصر علالت کے بعدانتقال ہوگیا۔اناللہ واناالیہ راجعون

مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، پابندصوم وصلوٰۃ اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ جنازے کی نماز19 / جولائی 2025ء، بروزسنیچر بوقت سوا دو بجے دن شاہین باغ قبرستان، نئی دہلی میں ادا کی گئی۔

پسماندگان میں صاحبزادے ایازتقی صاحب کے علاوہ ایک صاحب زادی اور پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے،جنت الفردوس کی مکین بنائے ,پسماندگان و متعلقین خصوصا ایازتقی صاحب کو صبرجمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔(غم زدہ ودعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پرملال: آہ!مولانا اقبال محمدی مئوناتھ بھنجن کے بھتیجہ عبداللہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ مولانا اقبال محمدی مئوناتھ بھنجن کے بھتیجہ عبد اللہ ١٧/جولائی ٢٠٢٥ء صبح تقریباً دس بجے، انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان و متعلقین کوصبر وسلوان عطا فرمائے۔آمین۔ آپ حضرات سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (شریک غم و دعا گو:اصغرعلی امام مہدی سلفی،امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

معروف اسلامی اسکالر، نامور محقق، ممتاز سوانح نگار، متعدد کتابوں کے مصنف، باکمال مترجم وادیب مولانا محمد ثناء اللہ عمری صاحب ایم-اے عثمانیہ کا انتقال پُرملال:

جماعتی خبریں

نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبرسنی گئی کہ معروف اسلامی اسکالر، نامور محقق، ممتاز سوانح نگار، متعدد کتابوں کے مصنف، باکمال مترجم وادیب مولانا محمد ثناء اللہ عمری صاحب ایم اے عثمانیہ کا مورخہ 26/ جولائی2025ء بوقت دس بجے شب مچھلی پٹنم آندھرا پردیش کے ایک اسپتال میں دل کا دورہ پڑنے کے سبب بعمر 85/ سال انتقال ہوگیا۔اناللہ واناالیہ راجعون

مولانا محمد ثناءاللہ عمری صاحب کواللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ نیک طبع،علم دوست، علماء کے قدرداں، نہایت خلیق وملنسارانسان تھے۔علم وتحقیق ان کا خاص مشغلہ تھا۔آپ نے جنوبی ہند کی قدیم ترین دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمر آباد سے سندفضیلت حاصل کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے انگریزی زبان وادب میں ایم اے کیا، پھردائرہ معارف حیدرآباد سے منسلک ہوگئے۔آپ ہندو کالج مچھلی پٹنم میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔آپ نے سوانح اورتراجم رجال میں گراں قدر کتب تصنیف فرمائیں اور سینکڑوں تحقیقی مقالات تحریر کیے جومرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے آرگن جریدہ ترجمان سمیت ملک وبیرون ملک کے مقتدر رسائل وجرائد کی زینت بنے۔کاروان حق، اسلام کی آغوش میں، کہکشاں جامعہ، تذکرہ واجدی، علامہ سید رشید رضا، آثار رفتگاں، بات ایک مسیحانفس کی اور مجھے یاد آنے والے آپ کی اہم تصانیف ہیں۔آپ نے ساری زندگی تصنیف وتالیف میں بسر کردی جوآپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ان کی گراں قدر علمی خدمات کے اعتراف میں اپنی حالیہ پینتیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر اہل حدیث ایوارڈ کا مستحق قرار دیا تھا۔۔ بلاشبہ ان کا انتقال ملت و جماعت کا خسارہ ہے۔

نماز جنازہ دوسرے دن 27 / جولائی 2025ء کو بعد نماز عصر مچھلی پٹنم میں ادا کی گئی۔ پھر ان کی نعش کو آبائی وطن کٹانچوڑ لے جایا گیا جہاں جنازے کی دوسری جماعت ہوئی اور تدفین عمل میں آئی۔

پسماندگان میں اہلیہ، چھ بیٹے محمد عدیل احمد، محمد سہیل احمد، محمد نجیب احمد، محمد علی، عبدالواحد، عبدالماجد اور تین بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، لغزشوں سے درگذر کرے، خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان و متعلقین کو صبر وسلوان عطا فرمائے اور جمعیت و جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ (دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران و کارکنان)

(بقیہ صفحہ ۲۱ کا)

نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ہماری صفیں درست فرماتے، پھر جب ہم لوگ سیدھے ہوجاتے تو آپ اللہ اکبر کہتے۔

(صحیح، سنن ابوداود، حدیث نمبر: 665)

آج ہمارے اماموں کا حال نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے معمول کے برعکس ہے، اقامت کے بعد ایک سکنڈ دیر کرنے کو تیار نہیں، تصور یہ ہے کہ اقامت باسی ہوجائے گی۔ تف ہے ایسی سوچ پر!!!

محترم قارئین کرام کچھ دیر کے لئے آپ ہمارے ساتھ آسمانِ رسالت کے مہ وانجم کا سیر کر رہے تھے، ذرا آپ ہی بتائیں کہ ان تمام نصوص صحیحہ اور دلائل قاطعہ کے ہوتے ہوئے آخر اور کس چراغ کی تلاش ہے؟ کیا ہماری اصلاحِ عمل کے لئے یہ کافی نہیں ہیں؟

جبکہ رب کائنات نے لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (الاحزاب:) فرما کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے اسوہ قرار دیا ہے۔ تو کیا نماز کے باب میں آپ کی زندگی جو صحیح طرق سے ثابت ہو، ہمارے لیے اسوہ نہیں ہے؟ کہ ہم مختلف درباروں میں درباری کرتے پھریں۔

فرمانِ نبوی "صلوا كما رأيتموني أصلي" تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر: 6008) عبادتیں توقیفی ہوتی ہیں، جو کتاب وسنت کی متابعت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتیں۔

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 26 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 10 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کماحقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایک ہو کر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند و دیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر وتکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"
JARIDA TARJUMAN
(FORTNIGHTLY)
AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006
PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80
REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25
Licenced to Post Without Pre-payment in
LPC, Delhi RMS Delhi-110006
Under U (C) - 277/2023-25
August 1-15-2025

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام

دینی مدارس وجامعات اور اسکولز اور کالجز کے طلبہ کے لیے
ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے
اور ہزاروں روپے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

سنہرا موقع

اکیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ **4-5/ اکتوبر 2025ء**

بمطابق ۱۱-۱۲/ ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ
ہفتہ، اتوار بوقت ۸/ بجے صبح تا۹/ بجے شب

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254، ابوالفضل انکلیو
جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
28/ ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا۔
☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا۔
☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا۔
☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کر کے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا۔
☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا۔
☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

شرائط شرکت مسابقہ

مقابلے کے زمرے

- **اول** حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت
- **دوم** حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **سوم** حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **چہارم** حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **پنجم** ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
- **ششم** سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/ اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۳۱ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھی کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

نوٹ: مزید تفصیلات اور داخلہ فارم جریدہ ترجمان کے اس شمارہ کے اندرونی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶، فون: 011-23273407، موبائل 9213172981, 8744033926

الداعی: مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam

32